

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ

الحمد لله والمنته که دریں زمان مسعود و اوان محمود رسالہ المسمی بہ

إِرْسَالُ الْبَرِيدِ

لقطع الغايد لاهل التقليد
والتريد لمن عزى اهل الحديث

إِلَى الْقَوْلِ الْجَدِيدِ

مصنفه :

مولانا ابو عبد الكبير محمد عبد الجليل صاحب السامرودى

ناشر: دار الكتاب والسنة دہلی - ۶

ملنے کا پتہ: ملائکہ محمدیہ و مسجد ممبئی - ۳

نام کتاب : ارسال البرید

لقطع الغادید اهل التقليد والتردید لمن عزى اهل الحديث

الى القول الجدید

مصنفہ : مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجلیل صاحب السامودی

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

سنہ اشاعت : اپریل ۲۰۰۵ء

ٹائپ سیٹنگ : ایچ اینڈ پرنٹس - ممبئی ۰۰۳ ۴۰۰ - موبائل : ۹۸۱۹۹۲۸۷۳۰

ناشر : دار الکتاب والسنة

۹۹۸، پان منڈی، صدر بازار، دہلی ۰۰۶ ۱۱۰

فون : ۲۳۶۲۹۱۳ - ۰۱۱

ملنے کا پتہ : دار السنہ محمدیہ و مسجد

۴۹ / اے، نمین واڑہ روڈ، ممبئی ۰۰۳ ۴۰۰

فون : ۲۳۳۵۵۱۹۹ / ۲۳۳۵۵۲۷ - ۰۲۲

جناب عبد القیوم سلیمان کوڈیا صاحب کی طرف سے

اپنے والدین کیلئے بصدقہ جاریہ طبع کی گئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ عِوَجًا وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ
عَلَى نَبِيِّهِ الَّذِي أَرْسَلَهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً بِشِيرًا وَنَذِيرًا وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِينَ
سَارُوا فِي نُصْرَةِ دِينِهِ سَيِّدًا حَنِيفًا ۝ اما بعد -

پس کہتا ہے بندہ سراپا تقصیر العاجز الخیر الفقیر الی ربہ المستجیر ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرونی
کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر فرد بشر پر اپنی واپس نبی رسول اکرم ﷺ کی تابعداری فرض کی، بجز اس
تابعداری کے نجات کا دستیاب ہونا محال در محال ہے۔ آیات کریمہ اس امر میں بیشمار وارد ہیں کہ جن کا
احصاء اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں۔ اکثر آیات قرانیہ وسیلۃ النجات۔ میں اس حقیر نے تحریر کی ہیں،
مراجعت فرمائیں۔

یاد رکھو کہ سب سے بہتر کلام، کلام الہی ہے اور سب میں افضل وعدہ و برتر طریقہ، چلن، راستہ، خو
خصلت ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ان سے عکس، خلاف، مقابل، طریقہ، خو
خصلت ایجاد کرنا بدعت، مردود و ضلالت مفضی الی النار ہے۔ اے بندگانِ خدا جس آدمی کو مالکِ حقیقی
نے بنی آدم کے راہ و راست دکھانے کے واسطے مبعوث و مرسل فرمایا تم اُسی کے قدم بقدم چلو کہ جس
سے تمہاری عاقبت درست ہو۔

دنیا میں لوگوں نے صد ہا مذاہب کروڑھا کتابیں، فتاوے ایجاد کر لئے ہیں جنکے ذریعہ سے مخلوق
خدا بحر حیران میں مستغرق ہو گئے۔ ایک مذہب والا حلال کرے دوسرا سکوحرام کہے۔ تقابلی مذاہب
اربعہ کو بالائے طاق رکھئے امام اعظمؒ جواز کا فتویٰ عنایت کریں، امام ثانی یا صاحبین عدم جواز کا فتویٰ
عنایت فرمائیں۔ امام اعظمؒ مثلاً قرآن کی تلاوت قبروں پر حرام فرمائیں، امام محمد جواز کا فتوے دیں۔
چنانچہ سراجیہ وغیرہ میں مسطور ہے امام ابو حنیفہؒ و محمدؐ کے نزدیک تقبیل ید معانقہ درست نہیں، متاخرین
حنفیہ کے نزدیک درست علیٰ ہذا القیاس اجرت تعلیم و تاذین وغیرہ کا اخیر میں چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

۔ یہ دو جز قلمی میں ہیں، ابن المؤلف کے پاس محفوظ ہیں۔ ابن المؤلف۔

تقابل ائمہ احناف کہاں تک بیان کیا جائے۔ کسی جگہ صاحبین پر فتویٰ ہے، کہیں علی الانفراد، کہیں علی الاجتماع، کہیں علی اقادیل المتأخرین۔ کتب فقہ میں فی صدی ایک مسئلہ اجتماعی ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ یہ فتاوے موجود ہیں ملاحظہ فرمادیں۔ سبحان اللہ لوگوں نے عجب ان اختلافات کو دین و صراط مستقیم قرار دے رکھا ہے، کتاب وسنت سے روگردانی کر رکھی ہے۔

سنن دارمی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر فاروقؓ نے توریت کا کچھ حصہ لے کر آپ کے روبرو پڑھنا شروع کیا۔ رسول اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ سے کہا، تیری والدہ تجھ پر روئے پیٹے۔ حضرت ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھتے کہ کس حال میں ہے۔ دیکھ کر تلاوت موقوف کی اور کہنے لگے، میں خدا و اُس کے رسول ﷺ کے غصہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ رضیت باللہ رباً وبالسلام دیناً و بمحمد نبیاً۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔ خدا کی قسم اگر تم اُن کی تابعداری کرتے اور مجھ کو چھوڑ دیتے تو البتہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاتے۔

میرے پیارے دوستو! جب حضرت ﷺ آسمانی کتاب خصوصاً رب العالمین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کے پڑھنے سے ناراض ہوئے کیا اس وقت ان مختصرات فقہیہ کتب کے پڑھنے پڑھانے سے راضی ہونگے جو کہ نہ کسی نبی کا کلام ہے نہ آسمانی منزلہ۔ یہ ہدایہ و قایہ کو آج تک کسی شخص نے حضرت ﷺ کی کتاب نہ لکھی اور نہ کوئی کہے گا اور نہ کسی کو جرات کہنے کی ہے، کہنے کو منہ چاہئے۔ حلوہ نوشِ رامنہ باید۔ البتہ اُمتیوں کی رائے و قیاس و مختصرات ہے۔ زیادہ ہوا تو امام اعظم کا نام اتصال کر دو مگر وہ بھی ایک اُمتی شخص ہیں۔ ہر حال میں رائے و قیاس ہی کے دفتر ٹھہریں گے بخلاف کتب احادیث کے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲ ج ۱، انصاف ص ۳ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ، تجھے کیا ہو گیا کہ تو محمد بن ادریس یعنی امام شافعی کی فقہ میں مشغول ہو رہا ہے اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ دیا۔ کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ کی کون سی کتاب ہے، فرمایا صحیح بخاری۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحمد ص ۱۰۳ میں فرماتے ہیں، بہتوں کے خوابوں میں اس کتاب کو حضرت ﷺ نے اپنی طرف نسبت کیا ہے۔ منجملہ محمد بن نصر مروزی و امام الحرمین کے مقامات کو ذکر کیا جو مشہور و معروف ہیں۔ یہ صریح دلالت کرتا ہے کہ کتب فقہیہ حضرت ﷺ کی کتابیں نہیں۔ حضرت ﷺ کی کتابیں فقط کتب احادیث ہی ہیں۔ اسمیں کون شک کر سکتا، ہیکہ کتب احادیث میں آپ ہی کے اقوال و افعال و احوال و سیر مندرج ہیں۔ ان میں ہاشما کے کلام کو دخل نہیں پھر کیونکر آپ کی کتابیں نہ ہوں۔ سنن داری میں ہے کہ اوزاعی حسان سے نقل کرتے ہیں کہ جبرائیل نبی ﷺ پر حدیث بھی لے کر اترتے تھے جس طرح کہ قرآن کو لے کر نازل ہوتے تھے۔ سنن میں ہے الا وانی اوتیت القرآن و مثله معہ۔ مثله معہ سے مراد حدیثیں ہیں۔

ہم نے علم حدیث و حاملان علم حدیث کے بارے میں ایک جداگانہ رسالہ تحریر کیا ہے جس کو الباعث الحثیث فی فضل علم الحدیث و اہلہ الدیث سے مسمے کیا ہے اور بخوبی واضح کر دیا ہے کہ اصل یہی علم شرعی ہے نہ وہ کہ جس کو آجکل ہم لوگوں نے علم سمجھ رکھا ہے لہذا زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ ابن الجوزی تلخیص ابلیس ص ۱۷۶ میں لکھتے ہیں کہ ابلیس نے ان فقہاؤں پر یہ بھی تلخیص کی ہے کہ علم فقہ یہی اکیلا علم شرعی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر ان کے سامنے کسی محدث کا ذکر کیا جاوے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ خود بھول جاتا ہے کہ اصل حدیث ہی ہے۔ میزان الکبریٰ شعرانی ص ۱۲ میں ہے کہ مجھ سے ایک مقلد نے کہا اگر بخاری و مسلم میں کوئی حدیث پاؤں اور اس کو میرے امام نے نہ لیا ہو تو میں عمل نہ کروں گا۔ یہ اس کی شریعت سے عین جہالت ہے سب سے اول اُس سے اُسکا امام بیزار ہوگا۔

محمد بن طاہر قسیمی مجمع بحار الانوار ص ۲۱۲ اوتیت پر طبی سے منقول ہیکہ اس حدیث میں غضب عظیم سے توبخ ایسے شخص پر فرمائی ہے کہ جو محض قرآن مجید ہی کو پکڑ کر احادیث سے مستغنی بن رہتا ہے۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا کہ احادیث پر رائے کو ترجیح دیتا ہے اور کہے کہ میں تو اس پر عمل نہیں کروں گا اس لئے کہ میرا تو ایک مذہب مقرر ہے اُسی کی تابعداری کروں گا۔

امام بغوی شرح سنہ میں فرماتے ہیں اسی حدیث کی تحت میں، کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو پھر اس کو قرآن پر پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں بلکہ جس وقت حضرت ﷺ سے ثابت ہو جاوے تو بس وہی بذات خود حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری حنفی رسالہ روو جو وہی والملاحدہ میں تحریر فرماتے ہیں آپ ﷺ کے حکم کا اجراء و تصدیق کرنا کسی امام مذہب و شیخ مشرب و اہل زمان و مکان کے پیش کرنے پر محتاج و موقوف نہیں بلکہ جس وقت اس کو حدیث پہنچ جاوے اپنے نفس کو ایسا خیال کرے کہ گویا حضرت ﷺ ہی سے سنا ہے۔ آپ ﷺ کے حکم کے ثبوت کے بعد کسی کی تقلید پر راضی نہ ہو۔

محمد طاہر فتنی تکرملہ مجمع بحار الانوار ص ۳ میں زیر اوتیت القرآن و مثله معہ کے فرماتے ہیں، اسی میں دلیل ہے کہ کتاب اللہ پر احادیث کے پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں اور وہ حدیث (جبکہ تمہارے پاس کوئی حدیث آوے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو) باطل ہے زنادقہ نے اس کو بنایا ہے۔

ابن العربی سے نقل کیا کہ حدیث کو قصد اوستہزاء و رد کرنا کفر ہے اور اگر اس لئے رد کرے کہ خبر آحاد ہے تو ایک مذہب میں وہ مبتدع ہے یا کافر اور میرا بھی یہی مذہب ہے۔

امام طیبی شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث عبد اللہ بن عمرؓ تحریر کرتے ہیں، تعجب ہے ایسے شخص پر کہ باوجود اس کے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنے پھر رانی پر عمل کرے اور اسی کو ترجیح دے۔ کیا فرق ہے اس میں اور درمیان مبتدع کے۔ کیا نہیں سنا کہ کوئی اینا نذر ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش تابع ہو اس پر جس شے کو میں لایا ہوں۔ لویہ ابن عمرؓ اکابر صحابہ و فقہاء سے کس طرح خدا اور رسول کے واسطے غصہ ہوئے اور اپنے جگر کے ٹکڑے کو ترک کر دیا۔

ذرا غور کرو کہ صحابہ کرام کی یہ حالت کہ حضرت ﷺ کی باتوں کے مقابلہ کرنے والوں سے مرتے دم تک گفتگو خصوصاً اپنے جگری اولاد سے ترک کر دیں اور ہم آپ کی باتوں کو مخرقات احوال قیاسی و آراء رجال سے مقابلہ کریں اور دفع کریں اور پھر اس کو فخر و علم سمجھیں۔ تفہم بریں علم و ہنر پر تم کو قسم دے کر ازراہ انصاف میں دریافت کرتا ہوں کہ آیا تقلید نے آپ لوگوں کو ایسے امور پر جبر کر کے

زبان سے یہ بامیں اظہار کرائیں نہیں، سچ سچ کہنا۔ اگر خدا نے چاہا آگے چل کر آپ لوگوں ہی کی زبانی بیان کر دیا جاویگا اور کچھ بیان گذر چکا ہے یہ محض تقلید ہی کا ظہور ہے۔

ابن الجوزی نے خوب تبلیغ الایلیس ص ۱۱۳ میں لکھا ہے کہ اس بات کو خوب جان لے کہ مقلد غیر ثقہ پر ہے تقلید میں عقل کی منفعت کا باطل کرنا لازم آتا ہے اس لئے کہ وہ تامل و تدبر کے واسطے بنائی گئی ہے۔ یہ بہت بڑی حماقت ہے مثلاً جس کسی کو روشنی کے لئے چراغ دیا جاوے اور وہ اُسے بجھا کر اندھیرے میں چلے۔ جان لے کہ تمام ارباب مذہب کے دلوں میں ایک شخص نے معظم ہو کر وقعت کر لی ہے کہ اس کی بات کو بلا تدبیر تسلیم کر لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ الیہ ص ۱۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ہم کو حدیث رسول معصوم ﷺ کی کہ جن کی تابعداری ہم پر فرض کی ہے بطریق سند صالح پہنچے جو کہ مذہب کے خلاف دلالت کرے پھر ہم حدیث کو چھوڑ دیں اور اُس اٹکل کو قبول کریں سو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ مقام حشر میں پروردگار کے سامنے ہمارا کیا عذر ہوگا۔ ایضاً ص ۱۲۵، عقد الجید ص ۲۸ میں ہے ہم کسی فقیہ کے حق میں یہ ایمان نہیں رکھتے کہ خداوند نے اس کی طرف فقہ کی وحی کی ہو اور وہ معصوم ہو اور تابعداری اس کی فرض کی ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ تقلید نے کیا کر کے دکھایا اور کیا کر رہی ہے۔ امور مجتمعہ کو ایسا متفرق کر دیا کہ ایک، ایک کا دشمن بن گیا۔ افتراق کو حق گردانا اور اصل حق کو فراموش کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت میں تہتر (۷۳) فرقہ ہونگے ایک جنتی باقی جہنمی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے۔ فرمایا، جس پر آج کے دن میں اور میرے اصحاب ہیں۔ اس سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ فرقہ حقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے چار پانچ نہیں۔ نیز حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر رہے گی قیامت تک کوئی ان کو ضرر پہنچانہ سکے گا۔

علی بن المدینی سے امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ وہ اہلحدیث ہیں انصاف سے اگر دیکھا جاوے تو فی الحقیقت یہی نظر آتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے حاکم نے کتاب العلوم میں نقل کیا ہے کہ اگر اس کے مستحق اہلحدیث نہ ہوں تو میں نہیں جانتا کہ اور کوئی ہوں۔ اس فرقہ حقہ پر ہمیشہ تائید و رضائی رہی

مذہب ائمہ پر تائید سلاطینی رہی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۶ ج ۱، انصاف ص ۱۷۔ امام صاحب کے مشہور تلامذہ میں ابو یوسف تھے، ہارون رشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ بنے اور ہو گئے مذہب امام اعظم کے سبب ظہور کو۔ تاریخ ابن الخلکان میں زیر ترجمہ ابو یوسف ص ۶۳ ج ۲ میں عمار بن ابی مالک سے نقل کیا ہے کہ لو لا ابو یوسف لَمَا ذَکَرَ ابو حنیفہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کی شہرت نہ ہوتی۔ یہ ایک بدیہی الامر کی اطلاع دی ہے اس میں کون شبہ کر سکتا ہے کہ جو کچھ امام اعظم کا مذہب آج تک لوگوں میں شہرت پا چکا ہے وہ امام ابو یوسف ہی کی بدولت تھا کہ وہ اولاً قاضی القضاۃ ہوئے، بجز ان کے مشورہ کے کوئی دوسرا قاضی نہیں بن سکتا تھا۔ پہلے ہی سے یہ اپنے امام کے مذہب کے موافق فیصلہ کا اُس سے شرط کر لیتے تھے بعد ازاں اس کو نوکری کی جگہ عنایت کرتے تھے۔ چنانچہ کتب تواریخ سے یہ امر اظہر من الشمس ہویدا ہو رہا ہے، تاریخ ابن الخلکان ص ۳۷۷ زیر ترجمہ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کے مسطور سے کہ وہ مذہب ابتدا میں ریاست و سلطنت کے ذریعہ سے مسترد ہوئے تھے۔ ایک مذہب ابو حنیفہ کا اس لئے کہ ابو یوسف جب قاضی القضاۃ ہوئے تو ان کو قاضیوں کا اختیار ملا تھا۔ جس کو چاہتے بناتے جس کو چاہتے نہ بناتے۔ سو یہ مشرق کے کنارہ سے کنارہ افریقہ تک بجز اپنے آدمیوں کے دوسروں کو قاضی نہ بناتے اور دوسرا مذہب امام مالک کا بلا داندلس میں اس لئے کہ گجی مذکور سلطان کے دربار میں ایک عجیب وقعت رکھتے تھے۔ بلا ان کے حکم کے کوئی قاضی نہیں بن سکتا تھا اور یہ بجز اپنے آدمیوں کے دوسروں کے لئے مشورہ نہیں دیتے تھے۔ لوگ تو طالب دنیا تھے ہی ان کی باتوں کو قبول کر لیتے تھے۔ افتراق الامم میں لکھا ہے کہ جب ملک ظاہر بیر بس البند قداری کی سلطنت ہوئی مصر اور قاہرہ میں چار قاضی چار مذہب کے مقرر کئے گئے۔ سو آج تک وہ رسم جاری ہے۔ یہ رسم ۶۱۵ھ سے جاری ہوئی۔ شیخ مرعی نے نزہۃ الناظرین میں خلفائے عباسیہ کے خلیفہ مستعصم باللہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ اس کو اس کے وزیر ابن العتقی رافضی خبیث کے مکر سے قتل کر ڈالا۔ اس وقت سے خلافت اسلامی منقطع ہو گئی۔ تنار نے کتب ائمہ دین کو دجلہ میں ڈال دیا۔ اُن کتابوں کا ایسا ایک پل بن گیا کہ جس پر سے

الثوری ابو عبد اللہ - الی ان - ذکر الاربعة معهم قلت وعده الغزالی فی الاحیاء من الفقهاء الخمسة الذین هم زعماء الفقه وقادة الخلق اعن الذین کثر اتباعهم فی المذاهب زاد علیهم العلامة العینی فی شرح البخاری داؤد بن علی الاصفهانی -

۸- **ابن عیینہ** : ابن الخلیکان میں ہے کان اماما عالما - خلاصہ اسماء الرجال میں ہے احد ائمة الاسلام - تقریب میں ہے - حافظ فقیہ امام حجة بحر العلوم نے شرح تحریر بن الہمام میں ان کو نیز از باب مذاہب سے شمار کیا ہے -

۹- **محمد بن جریر طبری** : ابن الخلیکان میں ہے کان من الائمة المجتہدین ولم یقلد احد او کان ابن طرازی علی مذہبہ - وامام یافعی لکھتے ہیں کان مجتہد الا یقلد احدا قال السیوطی بلغ رتبة الاجتهاد ودون لنفسه مذہبا مستقلا وله اتباع قلده وافتوا وقضوا بمذہبہ یسمون الجریریہ -

۱۰- **عمر بن عبد العزیز** : ان کے بیان کی حاجت نہیں -

۱۱- **اعمش** : ابن الخلیکان لکھتے ہیں الامام المشہور -

۱۲- **شعبی** : خلاصہ اسماء الرجال میں ہے الامام العلم - تقریب میں ہے فقیہ فاضل -

۱۳- **اسحق** : ابن الخلیکان لکھتے ہیں کان احد ائمة الاسلام قال احمد بن حنبل اسحق عندنا امام من ائمة المسلمين وما عبر الجسرافقه من اسحق - تحہ الباقی میں ہے اسحق بن راہویہ قد کان اماما متبعالا طائفة یقلدونه ویجتہدون مسلکہ یقال لهم الاسحاقیہ -

امام صاحب کے شاگرد ہیں - یہ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے پہلے پہل ابجدیث بنایا ابو حنیفہ نے - کذا فی حدائق الحنفیہ اردو للعلامة المحمدي الحنفی - انا ابن المؤلف -

۱۴۔ عائشہ ۱۵۔ ابن عمر ۱۶۔ ابن مسعود ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔

۱۷۔ عطاء : ابن الخلیکان لکھتے ہیں کان من اجلاء الفقهاء وحده من ارباب المذاهب وحكى له مذهبا في اباحة وطى الجوارى باذن اربابهن - میزان ذہبی میں ہے کان حجة امام كبير الشأن اخذ عنه ابو حنيفة - خلاصہ اسماء الرجال میں ہے احد الفقهاء والائمة -

۱۸۔ مجاہد : میزان الاعتدال میں ہے اجمعت الامة على امامة مجاهد -

۱۹۔ اوزاعی : ابن کثیر فرماتے ہیں وقد كان اهل الشام على مذهب الاوزاعي نحو ما من مائتي سنة - شریلالی مرقی الفلاح میں لکھتے ہیں امام اهل الشام وفقههم و عالمهم ذکرہ فی النوافل الشامی ص ۱۲۵۲ الاوزاعی امام اهل الشام -

۲۰۔ ابن ابی یعلیٰ : مولانا بحر العلوم نے اواخر شرح مسلم الثبوت میں ان کا مذہب ثابت

کیا ہے۔

۲۱۔ مالک بن دینار : مولانا بحر العلوم نے ان کا مذہب شرح تحریر ابن الہمام میں تحریر

کیا ہے۔

۲۲۔ ابو ثور : قال النووی فی تہذیب الاسماء ہو صاحب مذهب مستقل

قال الذہبی ہو الامام المجتہد المستقل وفی میزانة احدا لفقهاء الاعلام وروی عن احمد بن حنبل هو عندی مشائخ سفيان الثوري وكذا فی تاریخ ابن الخلیکان وفی اسماء الفقهاء بلغ درجة الاجهاد المستقل وشاع مذهبه كثر اتباعه وكان اتباعه الى القرن الخامس وقال الامام القشیری فی رسالته عند ترجمة الجنید کان فقیہا علی مذهب ابی ثور وفی باب الجود والسخاكان یفتی علی مذهب ابی ثور۔

علاوہ ازیں پیشار ارباب مذاہب ہیں جن کا حصر دشوار ہے۔ سچ تو یہی ہے جس طرح سے کہ علامہ

بحر العلوم نے اواخر شرح مسلم الثبوت میں تحریر کیا ہے کہ علاوہ ائمہ اربعہ کے بھی دوسروں نے ابدال جہد کیا ہے جس طرح سے کہ ائمہ اربعہ نے صرف کیا ہے اور ان کا انکار کرنا مکابرہ و بوداپن ہے۔ ہر زمانہ میں ہر قرن میں مجتہد ہوتے چلے آئے۔ فی الحقیقت ان چاروں پر اجتہاد کا ختم کرنا عصیت و جہالت سے خالی نہیں۔

علامہ بحر العلوم شرح مسلم الثبوت ص ۶۲۴ میں فرماتے ہیں اجتہاد مطلق کے بارے میں بعض نے کہا ہے کہ ختم ہو گیا ائمہ اربعہ کے ساتھ اسی خیال سے ان میں سے ایک کی تقلید واجب کر لی۔ امت پر یہ سب جنون و خیالات و دیوانگی ہے۔ انکی دیوانگی میں سے اس پر کوئی دلیل نہیں لاسکتے۔ ان کے کلام کی پرواہ نہ کی جاوے یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فتوے دئے بعد علم کے خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ یہ اخبار بالغیب کے قبیل سے ہیں فی خمس لا یعلمہن الا اللہ۔

بعضے شروحات مسلم میں لکھا ہے کہ ایسے تعصبات سے بچنا چاہئے۔ افسوس کے حضرت ﷺ کے علم کو ایسی جگہ طسی (لیٹ) کر حصر کر دیا کہ جس کی سند خود اس کے قائل و بانی مذہب تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکر پہنچ سکے کہ مقلدین و ارباب مذاہب تک صد ہا برسوں کا فاصلہ گزر گیا۔ اس انشاء میں اجتہاد در اجتہاد، رائے در رائے، قیاس در قیاس ہو چکے اور بے سند بے دلیل ان بے چارے اماموں کے سر پر چسپاں کر دئے۔ ان پچھلوں کے اجتہاد و تحریجات کی انکے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔ اگر وہ ان تحریجات و اجتہادات کو دیکھتے تو سب سے پہلے یقیناً واللہ وہی صاف انکار کر دیتے اور اپنی اُن مجتہدات سے برأت ظاہر کر دیتے۔

شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۸ ج ۱، انصاف ص ۶۳ میں لکھتے ہیں کہ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ جو کچھ ان شروحات طویلہ و کتب فتاویٰ ضخیمہ میں ہے وہ ابو حنیفہ و صاحبین ہی کا قول ہے اتنا فرق نہیں کر سکتے کہ حقیقت میں ان کا قول کونسا ہے اور انکے اقوال سے تخریج کون سا ہے۔ بیچارے پچھلے حنفی تو اگلے حنفیوں کی تقلید سے امام صاحب و صاحبین کا مذہب خیال کرتے ہیں۔ سند تو وہاں تک ان کو کہاں

دستیاب ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ انصاف ص ۶۴، حجتہ اللہ ص ۱۲۸ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ بعض کا یہ خیال ہے کہ اصل بنیاد مذہب کی ان ہی محاوراتِ جدیدہ پر ہے جو کہ مبسوطِ سرخسی و ہدایہ تبیین وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ شروع میں اس طریقہ کو معتزلہ نے نکالا تھا۔ دیکھئے محدثین کی کوئی کیسی ہی حدیث ہو اس کے قائل تک سند جہاں سے چاہو حاصل کر لو اور ہر کس صحیح، ضعیف، موضوع، غیر موضوع میں امتیاز کر سکتا ہے بخلاف ان دفاتر فقہیہ کے کہ ان میں ایک مسئلہ کی بھی سند ملنا دشوار ہے۔ جودل میں آوے آپ بھی وقت طبع اصل کتاب میں باخوشی داخل کر سکتے ہیں چونکہ ان میں سند سے تو کچھ کام ہی نہیں، کون تحقیق کرنے والا ہے۔ آج بڑے دعوے سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص غیر متداول دفاتر فقہیہ میں گودہ معتبر ہو بنا کر کسی ایک کی ان میں سے نسبت کر کے دکھا دے تو واللہ کوئی تمیز نہ کر سکے گا کہ فی الحقیقت یہ سچ ہے یا جھوٹ۔

میرے پیارے دوستو! بے سند باتیں ہر کس و نا کس کے نزدیک معتبر نہیں۔ آپ خود اپنی کتابوں کے کتاب الشہادات کو و احکام حدود وغیرہ کو ملاحظہ فرماویں کہ کس شد و مد سے گواہ طلب کئے جا رہے ہیں۔ سند ایک گواہی ہے بلکہ ابن سیرین نے اسناد کو دین سے قرار دیا ہے۔ ابن المبارک نے کہا اگر اسناد نہ ہوتی تو جو جی میں آتا کہہ دیتا۔ چنانچہ مقدمہ مسلم میں خوب واضح و لائح ہے۔ اسناد کو فطرۃ الاسلام قرار دیا ہے۔ اسناد کے فوائد الباعث الحثیث رسالہ محرر سطور سے معلوم کر لیں۔

اجی جناب! مشکوٰۃ کے ابتدائی طالب علم بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اس میں لکھا ہے :

ولما سلك رضى الله عنه طريق الاختصار وحذف الاسانيد تكلم فيه بعض النقاد وان كان نقله وانه من الثقات كالاسناد لكن ليس ما فيه اعلام كالاغفال۔ غرض خدا کا کہ دنیا میں قرآن شریف و صحاح ستہ یعنی باسناد احادیث نبویہ ﷺ موجود ہوتے ہوئے جو ایسے آدمیوں کی جمع کی ہوئی کہ جن کے عدالت پر موافق مخالف سب کا اتفاق، جن کو نہ بادشاہوں سے غرض نہ عزت ریاست سے الفت، جس طرح کے فقہاء کا تعلق رؤساءِ سلاطین سے تھا۔ پھر ایسی کتابوں اور کتاب اللہ کو طاق نسیان میں رکھنا اور رائے قیاس کی بے سند کتابوں بلکہ کتب فقہ حنفیہ کے

اکثر مصنفین ایسے بھی تھے کہ جن کے عقائد معتزلیوں کے وفروعات میں امام صاحب کے تابع تھے۔ چنانچہ قتیہ وغیرہ کے مصنفین کے حالات پر نظر کریں۔ امام علاؤ الدین میزان الاصول میں لکھتے ہیں چنانچہ کشف الظنون میں مسطور ہے کہ اکثر تصانیف اصول فقہ میں معتزلیوں کی ہیں جو کہ ہمارے اصول میں مخالف ہیں۔ الحاصل معتزلہ نے ان کے مذاہب میں گھس کر اچھا دخل پیدا کیا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ محدثین نے بھی تو معتزلیوں سے لیا ہے۔ سو جناب من! انہوں نے ان کی رائے واجتہاد کو نہیں تسلیم کیا۔ روایت کا قبول کرنا، دیگر اجتہاد کا قبول کرنا، دیگر روایت کا قبول کرنا قائم مقام شہادت قبول کرنے کے ہے۔ جس طرح ائمہ دین نے انکی شہادت قبول کی ہے اسی طرح روایت قبول کی ہے۔ پھر بھی اس میں شرط داعی غیر داعی کی ہے۔ اگر اپنے اعتزال کی طرف داعی ہے تو اصلاً اس کی روایت مقبول نہیں۔ اگر غیر داعی ہے تو ناقدین بعد نقد کے قبول کر لیتے ہیں قد یصدق الکذوب مگر ہر کس غیر ممتاز قبول نہیں کر سکتا۔ آپ ہی کہیں کہ ایک غیر مذہب جو کہ اس کی صداقت پر گواہ موجود ہوں اگر وہ کسی امر مسموع کو آپ سے کہے، سنا دے کہ جس میں اس کے عقائد کا بطلان یا خلاف بھی ہو مگر وہ امر واقعی کو سناتا ہے اس جیسے آدمی کی نقل ماننے میں کیا قباحت ہے۔

صحیحین وغیرہ میں ہے کہ ابلیس نے ابو ہریرہؓ کو آیت الکرسی بتائی۔ آپ نے کہا اس نے سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ اسی طرح سے میرے پیارے دوست! کوئی پہچاننے والا ہو اور وہ قبول کرے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ خدا کا دین ہے جس طرح سے چاہے اپنے بندوں کو پہونچا دے۔ دشمنوں سے بھی کام نکال دیتا ہے۔ بحمد اللہ جو میں نے کھرے کھوٹے میں بخوبی امتیاز کر دی یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث اب تک موجود ہیں کسی کو مجال نہیں کہ ایک حرف ان میں اپنی طرف سے داخل کر سکے۔ جس طرح قرآن مجید میں داخل نہیں کر سکتے احادیث میں بھی نہیں کر سکتے۔ کتب رجال و موضوعات تنقید کے لئے کافی سرمایہ ہے۔ فقہ میں کسی طرح تمیز نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ قول و خرّج میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے چنانچہ گزر چکا۔

اس کی تمثیل اس طرح سمجھیں آنکھ و بے آنکھ محدثین کا علم مثل آنکھ کے ہے اسمیں ادنیٰ چیز بھی معلوم

ہو جاتی ہے اور معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ آنکھ کے اجزاء سے جدا ہے فوراً آنکھ ہی کہہ دیتی ہے۔ فقہاء کا علم مثل اندھے کے ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں پڑتا۔ امام احمد فرماتے ہیں جیسا کہ میزان الکبریٰ شعرانی ص ۱۸ میں ہے۔ دیکھو اپنے دین کے کاموں میں اس لئے کہ تقلید غیر معصوم کی مذموم ہے اور اس میں آنکھوں کا اندھا کرنا ہے اور فرماتے تھے کہ قباح ہے اُس آدمی پر کہ جسے چراغ دیا گیا روشنی کے لئے اور پھر بجھا کر قصد اندھیرے میں چلے۔ واقعی جس طرح اندھیرے میں انسان کچھ تمیز نہیں کر سکتا اسی طرح مقلدین بوجہ تقلید کے تمیز نہیں کر سکتے۔ دیکھ لو فتاوے مشاہدہ ہیں، ایسی بے پایہ کی کتابوں پر ایمان رکھنا و ایک اُمتی کی باتوں کے مقابل رسول خدا ﷺ کے کلام کو ترک کرنا ہے تم ہی انصاف سے کہو اسی کو ایمان اسلام کہتے ہیں۔ اگر اسی کو مسلمانی سمجھو تو ایسی مسلمانی کو ہمارا ہزار ہزار اسلام۔

اس تقلید نے لوگوں کو جہلاء کے درجہ میں جا ملایا۔ اگر ہم کہیں کسی چودہ فون کے واقف کو جاہل تو لڑنے مرنے تک مستعد، یہاں خود تقلید بلا کہلائے ان ہی کی زبانی کہلوا رہی ہے کہ قرآن وحدیث کو امام صاحب ہی سمجھ گئے ہماری وہ لیاقت کہاں کہ ہم سمجھ سکیں ہم کو تو یہی فقہ کافی ہے سمجھنے کے لئے۔ انصاف کی جگہ ہے کہ یہ لوگ خود کتاب وسنت سے بے علمی کا اقرار کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جہور علمائے سلف نے تو ان کو جہلاء قرار دیا ہے۔ ان کو جانے دو خود فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ مقلد عامی کے حکم میں ہے ان عذر معذرت سے مقلدین چھوٹ نہیں سکتے۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے تحفۃ الموحدین میں جداگانہ فصل منعقد کر کے خوب دندان شکن جواب عنایت کئے ہیں۔ فصل اول ان لوگوں کے اقوال کے دفع کرنے میں کہ جو کتاب وسنت کو حیلوں سے ترک کر دیتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا رکھتے ہیں، اس کا بیان یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ کلام اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ کو وہی شخص سمجھے کہ جو بہت ساعلم رکھتا ہو اور بی شمار کتابیں پڑھا ہو اور علامہ زماں ہو۔ خداوند کریم اُن کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین الی ضلال مبین یعنی رسول اللہ ﷺ بھی ان پڑھے تھے اور اصحاب کرام بھی، مگر جب رسول اللہ ﷺ اصحاب پر آیات الہیہ تلاوت کرتے تو اس کو اصحاب سُن کر شرک و فساد سے پاک ہوتے، اگر

ان پڑھ قرآن وحدیث کو نہ سمجھتا ہوتا اور اس کی استعداد نہ رکھتا ہوتا تو صحابہ کس طرح پاک ہوتے۔

افسوس ایسی قوم پر کہ صدر انہی وقاموس دانی کا دعویٰ کرے اور قرآن وحدیث کے سمجھنے میں اپنے آپ کو محض جاہل سمجھیں۔ بعض کہتے ہیں ہم تو متاخرین ہیں حضرت ﷺ کی زبان مبارک کی برکت کس طرح پاسکتے ہیں اور وہ قلبِ سلیم کہاں سے لاسکتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے معنی کو سمجھ سکیں۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے والآخرین منهم الی العزیز الحکیم یعنی پچھلے پڑھے ہوں یا بے پڑھے جس وقت مسلمان ہوں اور اصحاب کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن وحدیث کو سنیں تو ان کے پاک کرنے کے واسطے یہی قرآن وحدیث کافی ہے۔ نیز فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کافیہ شافیہ پڑھنے والے ان کے سمجھنے میں عجز ظاہر کریں اور بدویان عرب بہرور ہوں۔ علاوہ اس کے جا بجا فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن قرآن میں فکر کیوں نہیں کرتے۔ اگر آسان نہیں ہے تو پھر غور کرنے کو کیوں کہا۔ ام علی قلوب اقفالہا کیا دلوں پر تالے ہیں۔ باوجودیکہ دلوں پر تالے نہیں ہیں پھر یہ کیسی گمراہی کہ تدبر وغور کرنے میں ہمت نہیں بڑھاتے۔ نیز احادیث رسول اللہ ﷺ روزمرہ کی باتیں وآسان کہ ہر اعرابی سن کر دینی ودنیوی کام پر عمل کر لیتے تھے سوائے قال یقول کی حدیثوں میں۔ کوئی چیز مشکل نہیں ہے کہ جس کو ہمارے آدمی مشکل جانتے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ خصوصاً ایسے زمانہ میں کہ موضوع غیر موضوع سے، ممتاز، قوی ضعیف سے جدا ہو گئی ہے۔ حسب مدارج کتب میں مدون ہو گئی ہر مطلب کے لئے علیحدہ علیحدہ باب وفصل مقرر ہو گئے۔

ذرا قسم دے کر انصاف سے ان ہی لوگوں سے دریافت کرو کہ قرآن مجید بھی عربی، احادیث نبویہ ﷺ بھی عربی، جس طرح سے کہ کتب فقہ عربی زبان میں ہے بلکہ ایک دوسری کی زبان سے مشابہ۔ فقہ کے سمجھنے میں تو ایسے ممتاز ہو گئے کہ فلاں شخص ہدایہ خوب پڑھاتا ہے، فلاں شخص فلاں کتاب فقہ کی خوب پڑھاتے ہیں، فلاں شخص توضیح تلویح وغیرہ خوب جانتے ہیں، حتیٰ کہ کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے بال کی بھی کھال اتار دیتے ہیں حتیٰ کہ مشارالیه بن جاتا ہے۔ اس کے سمجھ رکھنے میں آیا شرح وقایہ زیادہ ادا ہے یا

مشکوٰۃ ہدایہ زیادہ مشکل ہے یا سنن اربعہ درمختار زیادہ مغلق ہے یا صحیحین، حالانکہ کہ ان سب کی زبان ایک ہے۔ یہ سمجھ میں آتی ہیں اور قرآن واحد بیٹ نبویہ ﷺ سمجھ میں نہیں آتیں۔

یہ تمہارا دعویٰ محض اگر لاف گداز نہیں تو پھر کیا۔ خداوند عالی جاہ کو کیا جواب دو گے۔ جس پر یہ قرآن مجید نازل ہوا تھا اور جن کو یہ حدیثیں بتائی گئیں تھیں وہ تو نہ وقایہ پڑھے تھے نہ ہدایہ، نہ کنز نہ قدوری۔ صحابہ کرام محض ان پڑھ، شرک کفر کے قیدی فقط ایک اہل سال تھے۔ بے تکلف خدا اور رسول کے کلام کو سن کر عمل کرتے، کفر شرک سے بچتے۔ اور تم تو نسلاً بعد نسل، جیلا بعد جیل، موروثی، آبائی، اجدادی، خاندانی علم و فضل رکھتے ہو۔ علوم الیہ میں کمال درجہ کی مہارت کرتے ہو۔ تف اشارات حکمت العین حاشیہ قدیمی جدیدی کے حل کرنے والے، ایسی کیا مصیبت آپڑی کہ مشکوٰۃ تیسیر الاصول وغیرہ حدیثوں کی کتابوں کو نہیں سمجھ سکتے۔

تم جانو تمہارا کام جانے، جو سمجھ سکیں ان کے درپے کیوں ہوتے ہو اور اگر جھگڑے کا ہی شوق ہے تو اور بھی بہتر فرقہ اسلام میں ہیں۔ مثل شیعہ، خوارج وغیرہ ان لوگوں کے ساتھ جھگڑا کرو۔ سچ تو یہ ہے کہ اصل مقابلہ تمہارا اُن ہی سے ہونا چاہئے نہ کہ اہل حدیث سے۔ اس لئے کہ وہ فرقہ اسلام تم کو محض گمراہ جانتے ہیں۔ ان لوگوں کے وہاں فلسفہ حکمت کا زیادہ تر صرفہ ہے۔ اسی طرح تمہارے یہاں تم بھی بڑے بڑے معقولی کہلاتے ہو۔ تمہارا ان سے مقابلہ، مجادلہ، مکابرہ معقول ہے۔ پیارے اہلحدیثوں نے تو آپ لوگوں کو اس درجہ تک پہنچایا ہی نہیں کہ کافر تک نوبت نہیں پہنچاتے لہذا تمہارا ان لوگوں سے مجادلہ کرنا فضول ہے اس لئے کہ ان لوگوں کا علم نقل و سمع کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں عقلی علوم مصطلح کے پر جلتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑنا، ان کا رد کرنا محض کج فہمی و جہالت ہے۔ تمہاری بنا ایک امتی آدمی کے مذہب پر ہے جو بعد قرون ثلاثہ مشہور دہلہا بالخیر کے ایجاد ہوا کہ وہ زمانہ ظہور فتن کا تھا۔ اہلحدیثوں کا تو وہی قدیمی طریقہ نبی ﷺ کا ہے جس پر خود حضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب تھے۔ ان لوگوں پر فرقہ جدیدہ کی تہمت و الزام دینا قد خاب من افتتری کا مصداق بننا ہے ان اللہ لا یہدی کید الخائنین۔ بدرطالع تاج المکمل طبقات ابن رجب وغیرہ کا مطالعہ کرو جس سے

معلوم ہو جاوے کہ جدید ہیں یا قدیمی۔

خدا کے فضل و کرم سے اس چودہویں صدی تک ہر ایک صدی میں، ہر ایک طبقہ زمین پر جماعت
الحدیث اور علماء حدیث غیر مقلد ہوتے چلے آئے۔ چھٹی صدی تک تو یہ کثرت تھی کہ ایک ایک محدث
کے درس و مجلس میں ستر ستر ہزار آدمی قلم دوات لے کر سماع و تحریر حدیث کے لئے حاضر ہوتے تھے۔
پہلے ان مقلدین ہی کا پتہ نہ تھا، ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۲ ج ۱۔ لکھتے ہیں کہ جان لے تو کہ قبل چوتھی
صدی کے لوگ مذہب واحد کی تقلید خالص پر جمع نہیں تھے۔ اسی طرح انصاف ص ۴۲ میں ہے، مولانا شاہ
عبد العزیز بستان الحدیث ص ۱۲ میں فرماتے ہیں امام مالک کے تذکرہ میں کہ، دراصل زمان تقلید بیک
مذہب رائج بخود نہ در عوام نہ در خواص۔ نیز فرماتے ہیں، قبل ازاں ہمہ بر مذہب اوزاعی بودند۔ شاہ
صاحب حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۴ ج ۲ میں تحریر فرماتے ہیں، ہمیشہ لوگ جن علماء سے اتفاق پڑا مسئلہ
دریافت کر لیتے تھے۔ بلا تقلید کسی ایک مذہب کے اور نہ کوئی مسائل پر انکار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ
مذہب اور اس کے متعصب مقلدین پیدا ہوئے۔ اپنے امام کی ایسی تقلید کرنی شروع کی گویا کہ نبی
مبعوث گردان لیا اور یہ حق سے بہت دور ہے۔ ارباب عقول اس سے ہرگز راضی نہیں ہوتے۔ عقد الحدید
ص ۴۴ میں بھی اسی طرح مسطور ہے۔ ابوطالب کی قوت القلوب سے حجۃ وانصاف میں نقل کیا ہے
کہ لوگ پہلی دوسری صدی میں ایک مذہب کی تقلید پر مجتمع نہ تھے۔

ذرا سی دیر کے لئے عصیت کو بالائے طاق رکھ کے حلفیہ کہو کہ تم کو ان نقول سے کیا معلوم پڑتا
ہے۔ آیا مقلدین اگلے تھے یا غیر مقلد کیونکہ مذہب واحد کی تقلید چوتھی صدی کے بعد سے شروع ہوئی۔
چوتھی صدی تک والے لوگوں کو کیا خیال شریف میں لیتے ہو، کس طرح سمجھتے ہو۔ کیا ایک کی تقلید نہ
کرنے والا بھی آپ کے نزدیک مقلد ہی تھا۔ واہ ثم واہ مان نہ مان میں تیرا مہمان، مثل ہے کہ اُلٹا چور
کو تو ال کو ڈنڈے۔ کہنے تو گئے تھے کہ یہ فرقہ جدید ہے مگر آپ ہی جدید ہونے کے مستحق ہو گئے اور یہ تو
وہی قدیمی ما انا علیہ واصحابی کے مستحق نکلے۔ ع۔ برعکس نہند نام زنگی کا فور۔ ع۔ رمتنی
بدائھا وانسلت۔

خداوند امام اعظم رحمۃ اللہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی قبر کو منور کرے کہ جنہوں نے ہم کو ایسا سبق سکھایا کہ اذا صح الحديث فهو مذهبه۔ اسی طرح دوسرے ائمہ نے بھی فرمادیا ہے۔ اس قول کو رد الحقائق میں ابن شحنے سے نقل کیا ہے۔ اس قول سے خوب ظاہر و باہر ہو رہا ہے کہ امام صاحب اس بات کو جانتے تھے کہ کوفہ کے علاوہ شہروں میں بھی علماء ہیں کہ جن کو ایسی حدیثیں ملی ہوگی جو ہمارے قول کے مخالف ہوگی۔ لہذا یہ خود اپنا ذمہ بری کر گئے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ علم رسول کچھ ہمارے ہی میں منحصر نہیں کہ جس کے اوپر عوام کو مقید کر رکھیں اور نہ یہ شان ائمہ کی تھی۔

دیکھئے ہارون رشید نے امام مالک سے کہا موطا کے بارے میں کہ اس کے چند نسخے تیار کرادیں تا لوگوں میں مروج کر دی جاوے اور اس پر عمل ان سے کرایا جاوے۔ امام مالک نے صاف انکار کر دیا کہ اصحاب رسول ﷺ بلدان میں منتشر ہو گئے تھے لہذا میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کو اسی پر جبر کراؤں۔ حجۃ اللہ، عقد الجید وغیرہ میں مبین موجود ہے۔ یہ حالتیں ائمہ کی تھیں بایں وجہ یہ اپنے اجتہاد پر اجر کے مستحق ہوئے۔ اگر موافق ہو اذہر اجر پایا، اگر مخالف رہا اکہر اجتہاد ہی کا اجر لیا۔ ان لوگوں کی منشاء اصل دین کے افشا کی تھی نہ کہ اپنے اپنے مذہب ایجاد کرنے کی۔ اب رہے انکے مقلدین ان کو کس طرح اجر مل سکتا ہے جو انکی خطا کو بھی صواب گردان رہے ہیں باوجود صحیح حدیث کے ملنے کے ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور خود اپنے امام کی وصیت کو فراموش و طاق نسیان میں رکھ دیتے ہیں۔

جانے دیجئے حدیث مرفوعہ کا درجہ تو اعلیٰ ہے وہ تو یہاں تک فرما گئے ہیں کہ اگر صحابہ کے مخالف بھی میری بات ہو تو ترک کر دینا۔ ذرا ان لوگوں کی بڑی بے ادبی تو دیکھو کہ تقلید باعتبار لغت کہتے ہیں کسی جانور کی گردن میں ہار لٹکانا بطرح کہا جاتا ہے۔ قلدت الہدیٰ لی عائشہ فرماتی ہیں افتلانا قلائد ہدیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجمع البحار میں ہے قلدت ہدیٰ تقلید البدن ان يجعل فی رقابہا شئاً كالقلادة من لحاء الشجرة او غيره۔

امام صاحب کو آپ مقلد شیخ اللہ قرار دیتے ہو اور تم مقلد بکسر اللام یعنی امام صاحب ہار لٹکانے ہوئے اور تم لٹکانے والے۔ سبحان اللہ کیا ہی عمدہ مودبانہ نام تلاش کیا ہے۔ زبردستی اپنی پیروی کا ہار امام

صاحب کے گلے میں ڈال رہے ہیں، مثل ہے مان نہ مان میں تو تیرا مہمان۔ یہ تو محض ان کی وصیت کے خلاف ہے ان کو زبردستی اپنی طرف گھسیٹتے ہو۔ امام صاحب اس سے اپنی بیزاری بیان کریں یہ ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگر تم ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے تو اتنا ہی بتاؤ کہ کیا وہ بھی تمہاری طرح جان بوجھ کر احادیث صحیحہ ترک کر دیتے تھے۔

حاشا وکلا البتہ تم مقلدین کا یہ شیوہ تو برعکس وصیت امام ضرور ہے۔ دیکھئے ایقاظ ہم اولی الابصار للعلامة الفلانی ص ۹۹۔ ملا محمد حیات سندھی سے نقل کرتے ہیں وقد رايانا هم يتركون الاحاديث الصحاح غير المنسوخة ويتعلقون بمذاهبهم من غير سند اننا لله وانا اليه راجعون۔ نیز ص ۱۰۰ میں ان ہی سے نقل فرماتے ہیں لكن بس ابليس مع كثير من البشر فحسن لهم الاخذ بالرائي لا الاثر واهمهم ان هذا هو الاول والاخير فجعلهم بسبب ذلك محرومين عن العمل بحديث خير البشر ﷺ وهذه البلية من بلايا الكبر اننا لله وانا اليه راجعون۔ پھر ان ہی سے نقل کرتے ہیں۔ جب ان کو کوئی حدیث ان کے امام کے خلاف پہنچتی ہے تو اس کی قریب و بعید کی تاویل و محالات میں جان ماری کرتے ہیں اور اگر جب ان سے کچھ نہ بن سکے اور یوں کہہ دو کہ شاید امام صاحب کو یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ فوراً کہنے والے پر قیامت برپا کر دیں گے اور بھاری ہو جاویگا یہ اُن پر۔

اے عقلمند! ذرا غور تو کر کہ یہ مساکین عدم وصول حدیث صحابہ کے حق میں رو اور کھتے ہیں مثل ابو بکر صدیقؓ وغیرہ اور ان مذہب والوں میں روا نہیں رکھتے۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ کتب احادیث کو پڑھتے پڑھاتے و مطالعہ کرتے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ اُن پر عمل کریں بلکہ وہ یہ کام محض اس لئے کرتے ہیں کہ اپنے امام کے مذہب کے لئے دلائل تلاش کریں اور آگاہ ہوں اور مخالف حدیثوں کی تاویل کریں۔ اگر ہر طرح سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اسی قدر رکھ کر اپنا پیچھا چھوڑ دالتے ہیں کہ ہمارے امام صاحب ہم سے زیادہ حدیث جانتے تھے۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ اپنے اوپر خدا کی حجت قائم کر رہے ہیں۔ اور جب ایسی حدیثوں پر ان کا گذر ہوتا ہے کہ جو موافق ہو تو

خوب سبط سے لمبی چوڑی تقریر سے اس کو سمجھاتے ہیں، اور جب خلاف حدیث پر گزر ہو تو سکڑ جاتے ہیں، ان کے منہ بند ہو جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے خدا کے کلام کو نہیں سنا فلا وربك الاية۔ دیکھ لو صاحبو! یہ میرا یا میرے ہم مشرب آبا و اجداد کا کلام نہیں بلکہ ایک عظیم الشان عالم، کبیر، جید، حنفی مذہب کے مشہور و معروف آدمی کا کلام ہے۔ انہوں نے جو اصل بات تھی بیان کر دی صاحب البیت ادری بما فیہ۔ ہم اگر کہتے تو غلط قرار پاتا۔ ان کو کون جھوٹا کہہ سکتا ہے۔ یہ تو تمہاری رگ رگ سے واقف، خود اُسی جال کے قیدی۔

اس محرر سطور نے بھی ایک دن اس امر کو مسجد فتحپوری دہلی کے مدرس سے بھی مشاہدہ کیا ہے۔ وہ مشکوٰۃ المصابیح کا درس دیتے تھے۔ جب حدیث اپنے مذہب کے موافق آتی اچھی طرح تقریر کر کے سمجھاتے تھے اور جب مخالف آتی تو اتنا ہی کہہ دیتے کہ یہ امام شافعی نے لی ہے ہمارے امام صاحب نے نہیں لی۔ خدا شاہد ہے اور تم بھی ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر انصاف دیکھو، واقعی یہ امر سچ ہے یا نہیں۔ مدرسہ عبدالرب میں صحاح ستہ کا چھ ماہ میں دور کر دیا جاتا ہے۔ تبرکاً ساری مغز پاشی اصول و فقہ و علوم عقلیہ میں صرف کر دی جاتی ہے۔ کاش بیکاری کے چھ ماہ فقہ میں صرف کئے جاتے اور بقیہ احادیث میں صرف کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

لَقَدْ أَسْمَعْتُ لَوْ نَادَيْتُكَ حَيًّا وَلَكِنْ لَا حَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِي

علامہ فلائی ایقاظ ص ۱۰۹ میں فرماتے ہیں کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ اپنے امام کی ایسی تعظیم کرتے ہیں کہ وہ اصحاب نبی ﷺ کو بھی نصیب نہیں۔ جب کوئی حدیث اس کے مذہب کے موافق مل جاتی ہے تو باخوشی اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث صحیح سالم نسخ و معارضہ سے دوسرے کے مذہب کی تائید کرنے والی پادیں تو اُس وقت دروازہ احتمالات بعیدہ کے کھل جاتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں اور اپنے امام کی تائید کے لئے وجہ ترجیح کی باوجود مخالف ہونے اصحاب کرام و تابعین عظام و نص صریح کے تلاش کرنے میں سعی کرتے ہیں۔ اگر حدیث کی کتاب کھول کر دیکھے تو حرف حرف اس کی رائے کے خلاف ملے۔ جب ان تمام کاروائی سے عاجز ہو جائیں تو دعویٰ نسخ بلا دلیل یا تخصیص یا عدم عمل کا کر بیٹھتے ہیں یا

جو ذہنِ علیل میں آیا بک دیتے ہیں۔ اگر ان سے بھی عاجز ہوں تو اس بات کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہمارے امام ان سب حدیثوں سے واقف تھے۔ انہوں نے جو اس کو ترک کیا ہے کسی عیب ہی کو دیکھ کے ترک کیا ہوگا۔ اور کھول دیتا ہے انکے مناقب و کرامات کے دروازے، اور اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ انکے خلاف ہو وہ خطا ہے۔ اگر کوئی علماء حدیث خیر خواہی کرے اور بتا دے تو اس کو اپنا دشمن گردان لیتے ہیں اگرچہ وہ قبل ازیں دوست گہرے ہوں۔ اور اگر کسی کتاب کو جو متضمن، رد تقلید و حث اتباع الکتاب والسنہ ہو تو اس کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور مختصرات متاخرین کا حرزِ جان سمجھتے ہیں۔

امام ابن القیم اعلام الموقعین ص ۳۱۱ ج ۲ میں تحریر فرماتے ہیں، زیادہ تر تعجب انگیز اے مقلدین تمہاری حالت پر ہے کہ تم جب کوئی آیت کتاب اللہ کی موافق اپنی رائے امام کی پاتے ہو تو تم اس پر اپنا عمل ظاہر کرتے ہو۔ حقیقت میں اعتماد کئی تمہارا قول امام پر ہے نہ کہ آیت پر، اور اگر تم کوئی آیت اس کی رائے کے خلاف دیکھتے ہو تو اس کو نہیں لیتے اور اس کے لئے وجوہات تاویل تلاش کرتے ہو۔ اسی طرح نص احادیث نبویہ ﷺ میں بھی کرتے ہو اگر تم کو صحیح حدیث موافق رائے امام کے مل جاتی ہے تو تم عمل کر لیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری فلاں فلاں حدیث دلیل ہے۔ اگر تم کو صحیح حدیثیں بلکہ زیادہ مخالف تمہارے امام کے مل جاویں تو ان کی طرف التفات ہی نہیں کرتے، اُس وقت حدیث کا نام نہیں لیتے اور اگر تم کو کوئی مرسل حدیث موافق رائے امام کے مل جاوے تو تم اس کو حجت قرار دے لیتے ہو اور اگر مرسل اس کی رائے کے مخالف پاتے ہو تو اس کو پھینک دیتے ہو اور کہتے ہو کہ مرسل کو نہیں لیتے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں، عزالدین بن عبدالسلام سے تعجب انگیز بات یہ ہے کہ فقہاء مقلدین باوجود ضعفِ مآخذ امام پر واقف ہونے کے اڑے رہتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ضعیف کے دفع کی کوئی صورت بھی دستیاب نہیں ہوتی اور کتاب و سنت کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کے دفع کرنے کے لئے حیلے تلاش کرتے ہیں اور اپنے امام کے سر سے دفع کرنے کے لئے تاویلات بعیدہ باطلہ کرتے ہیں اور کہا کہ یہ بات پہلے لوگوں میں نہیں تھی متعصبین مذاہب نے نکالی ہیں جو اپنے امام کی باوجود بعید ہونے قول امام کے دلیل سے اسی کی بات پر اڑے رہتے ہیں۔ ایسا اس کو

خیال کرتے ہیں گویا کہ وہ نبی ہے۔ یہ باتیں تو ان کی حق سے دور ہیں۔

تاج الدین عبدالوہاب سبکی مفید العلم زیر مثال ۴۶ بذکر علماء تحریر فرماتے ہیں، تمہارا تعصب کرنا فروعات دین میں اور لوگوں کو ایک مذہب کی تقلید پر برا بیچنے کرنا یہ وہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ کوئی شئی تم کو اس پر برا بیچنے کرنے والی نہیں بجز عصیت و حسد کے۔ اگر شافعی، ابو حنیفہ، مالک، احمد حیات ہوتے تو تم پر سخت انکار کرتے اور تمہارے اس فعل سے اپنی براءت ظاہر کرتے۔

محرر سطور کہتا ہے کہ اس زمانہ کے مقلدین واقعی اسی طرح کے ہیں، بال برابر فرق نہیں۔ اس لئے کہ ان کو اگر کوئی مسئلہ حدیث کی کتابوں سے نکال کے بتاؤ ہر گز یقین نہ کریں گے۔ البتہ وہی مسئلہ کسی فقہ کی کتاب سے تخریج کر کے بتا دو فوراً یقین کامل آ جاویگا اور بسر و چشم سے تسلیم کر لیں گے، اس کو نقش کا حجر کر لیں گے۔ لاکھ صحیح حدیث نکال کر بتاویں اگر وہ فقہ کے مخالف ہوگی تو سر پٹک کر مر جاویں کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ادنیٰ سی بات کو ملاحظہ کریں۔ آمین، رفع الیدین کرنا بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے مگر چونکہ ان کی ہدایہ و قایہ کے مخالف ہے ہر گز قبول نہ کریں گے اور نہ وہ عمل کرتے ہیں۔ زہے نصیب ان احناف کا کہ جو امام کے خلاف کو نہ دیکھا اور عمل کر گئے اور حکم کر گئے۔ حقیقت میں یہ ان کا خلاف نہیں تھا بلکہ عین موافقت در موافقت تھی جیسا کہ ہم نے ان مسائل کو ائمہ احناف سے رسالہ الاختلاف لکھی روایات محقق الاحناف و رفع الاختلاف میں شرح بیان کیا ہے فلیرجع الیہا۔

اس جگہ قابل دید یہ امر ہے کہ امتی شخص وہ بھی غیر متصل کے مقابلہ میں نبی اخر الزمان الذی لا نبی بعدہ کی حدیث صحیح صریح کو بے تحاشہ ترک کی جا رہی ہے اور اس پر کچھ غم نہیں۔ یہ فتاوے دنیا میں آج کل رائج ہیں جن میں کروڑھا مسائل مندرج ہیں خدا کے لئے ان کی سند تو دکھادیں۔ اگر زیادہ کیا تو یہی ثابت ہوگا کہ ایک امتی آدمی کے قول، اجتہاد و قیاس میں اجتہاد در اجتہاد، قیاس در قیاس، رائے در رائے نکلے گی۔ صحاح ستہ جس میں صرف حضرت ﷺ کی حدیثیں باسند موجود ہیں ان کو چھوڑ کر نتائج عقلیہ رائے و قیاس پر فریفتہ ہو کر اس میں مشغول ہونا اور کارآمد عمل درآمد کے لئے کافی وافی خیال کرنا اگر کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔ سند والی باتوں کے سامنے بے سند باتیں قبول کرنے والا کس درجہ کو ہوتا

ہے آپ ہی انصافاً کہیں۔ یہ تو ہم پھر کہیں گے کہ حضرت ﷺ کی باتوں کے سامنے امتی کی بات قبول کرنے والا کیسا شخص ہوتا ہے اور اس کو تو بچے بھی معلوم کر سکتے ہیں۔

ارے میرے پیارے دوست! ان مصنفین فقہ کو حدیث میں کچھ بھی لیاقت امتیاز کی نہ تھی۔ موضوع بے اصل تک بھر دیتے ہیں۔ ہدایہ یہ ایک ایسی مستند کتاب ہے جس کے کل احناف قائل ہیں۔ مگر موضوع بے سند حدیثوں کو بھر دیتا ہے۔ اگر کچھ شک ہو تو لاؤ ہدایہ اور معلوم کر لو دور نہ موضوعات ملا علی وسخاوی وفتی وزلیعی وفتح القدیر کو ملاحظہ کریں۔ ظفر الامانی، مولانا عبدالحی الکنہوی اور محرر سطور نے تو کتب فقہ و اصول فقہ میں بے بنیاد حدیثیں بہت دیکھی ہیں۔ جس کو شک ہو کھول کر بنظر تحقیق نہ تقلید ملاحظہ فرمادیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ان کو صحیح، ضعیف، موضوع وغیرہ سے کیا غرض امام صاحب کی بات کسی طرح بنانا چاہئے خواہ حدیث کیسی ہی ہو اس سے کچھ غرض نہیں۔ مگر اس کی قلمی مالک حقیقی کے دربار میں کھل جاوے گی۔ فی الحال تو اس تقلید مذہبی کے آنکھوں پر پٹے چڑھے ہوئے ہیں لہذا کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی شوم تقلید کے نکلنے سے قرآن و حدیث کو لوگوں نے طاق نسیان میں رکھ چھوڑا ہے۔ حتیٰ کہ بعض جگہ لوگوں کو کتب احادیث متداولہ کے نام سے بھی خبر نہیں۔ ہدایہ وقایہ کا فوراً نام سنا دیں گے۔ بخاری، مسلم کے نام سے بخار چڑھ جاتا ہے اور تعجب سے دیکھتے ہیں کہ اس نے یہ نئی کتاب کا نام کہاں سے لیا۔ حالانکہ بخاری ہدایہ سے بہت پہلے ہے مگر اس تقلید کے اندھے پردے نے حق کو چھپا رکھا ہے۔ جس قدر لوگوں کو کوفہ پر اعتماد ہے اس کا عشر بھی احادیث پر اعتماد نہ ہوگا۔ اس تقلید بے بنیاد کے لئے سیکڑوں چھوٹے بڑے رسالے لکھ مارے اور تقلید شخصی کے وجوب پر ایسے لوگوں سے نقل کیا ہے کہ اس کے قائل خود مقلد تھے اور مقلد فقہاء کے نزدیک عامی کے حکم میں ہے۔

امام ابن عبد البر نے علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ مقلد علماء میں شامل نہیں۔ شیخ محی الدین ابن العربی صوفیوں کے سردار فتوحات مکیہ باب ۳۹۳ میں لکھتے ہیں کہ فقہاء کا حشر عوام الناس کے ساتھ ہوگا اور علماء کا خطاب بجز الحمدیث کے دوسروں پر درست نہیں اس لئے کہ یہ لوگ حقیقت میں اہل علم ہیں اور اجماع میں عوام کا اعتبار نہیں۔ دیکھو توضیح تلویح حصول المامول میں ہے قال الجوینی حکم

المقلد حکم العامی فی ذلک - دعویٰ وجوب تقلید کا بوجہ ابن بطل ہو گیا۔ اب رہا دعویٰ اجماع مجتہدین کا سوا اس کا کچھ ثبوت نہیں۔ بلکہ جو اصل سردار مجتہدین تھے وہ تقلید سے صاف انکار کر رہے ہیں۔ فتاویٰ خزائنہ الروایات شامی، میزان شعرانی، عقد الفرید، عقد الجید، القول السدید، سفینہ، حجتہ اللہ البالغہ وغیرہ؛ ملاحظہ فرمادیں۔ تقلید کے وجوب پر کوئی نص صریح یا اشارہ یا کنایہ ثابت نہیں، اگر ہو تو لاویں۔ ان اقاول اراویوں سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ جن سے وجوب ثابت کریں گے دوسرا ان ہی سے عدم وجوب ثابت کرے گا۔ ہر حال میں دونوں یکساں ہی رہے۔ آپ تو خوب جانتے ہوں گے کہ واجب کا تارک آثم ہوتا ہے۔ بحر الرائق، شامی، فتح القدر میں ملاحظہ ہوا یا یہ کون سا وجوب ہے۔ آیا امتیوں کے کہنے سے بھی کسی جگہ وجوب ثابت ہوتا ہے، ہمیں بھی مہربانی کر کے دکھادیں۔ پھر یہ وجوب کہنا کیسا۔ وجوب کو جانے دو مستحب، سنت، مباح، مندوب ہی ثابت کر کے دکھاؤ۔ آپ ان کو واجب کہیں، ائمہ اربعہ اسکے عکس کہیں کیا وہ مستحق اثم ہوئے یا نہیں۔ چونکہ انہوں نے بالتصریح انکار کیا ہے۔ زبانی کہنا آسان ہے ثابت کر کے دکھانا مشکل ہے۔ دیکھو مسلم الثبوت مع شرح ص ۲۱۸ ولم یوجب علی احدان یتمذهب بمذهب رجل من الائمة فایجابہ تشریع شرع جدید یعنی کسی پر ایک مذہب کا مقرر کرنا ائمہ اربعہ سے واجب نہیں۔ اس کا واجب کرنا نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔ نیز اس کو کمال باشا و ابن امیر حاج نے شرح تحریر میں لکھا ہے۔

ملا عبد العظیم حنفی مفتی مکہ رسالہ القول السدید میں و ملا علی شرح عین العلم میں وغیرہ وغیرہ علماء محققین احناف نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو تکلیف نہیں دی کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہوں۔ بلکہ آپ ﷺ کی باتوں و شریعت پر عمل کرنا ہی واجب کیا ہے۔ آخر انجام تقلید کے وجوب پر نص شرعی تو قیامت تک لائیں نہیں سکتے۔ انشاء اللہ ان سے جب کچھ نہیں بن پڑتی تو اوندھا سیدھا بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ تقلید سے کون خالی ہے تم بھی تو راویوں کی تقلید کرتے ہو۔

اولاً تقلید کو سمجھنا چاہئے کہ تقلید کس کو کہتے ہیں۔ التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة یعنی بلا دلیل کسی کی بات کو مان لینا حصول المامول ص ۱۰۸ میں ہے۔ وقد نقل القاضی فی

التقريب الاجماع على ان الآخذ بقول النبي صلى الله عليه وسلم والراجع اليه ليس بمقلد بل هو صائر الى دليل وعلم يقين۔ مسلم الثبوت مع شرح ص ۴۵۴ میں ہے لو صح النقل بالمعنى لزم تقليد الراوى وهو باطل لان المجتهد انما اجتهد فى لفظه اى فى لفظ الراوى الى ان قال والاجتهاد انما يقع فى المعنى وهو من رسول الله ﷺ فلا يلزم تقليد الراوى۔ اولاً یہ بتائیے کہ راوی خود اپنا اجتہاد نقل کرتا ہے یا اپنا قول یا کہ رسول اکرم ﷺ کا قول و فعل تقریر۔ اگر وہ حضرت ﷺ کے اقوال و افعال کو نقل کرتا ہے تو پھر تقلید کا کیا معنی۔ تقلید تو اجتہاد میں ہوتی ہے یا اس کے قول میں۔ حدیث نہ تو راوی کا کلام ہے نہ اُس کا اجتہاد۔ پھر تقلید کا کہنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے البتہ اگر یوں کہو کہ یہ حدیثیں خود راویوں ہی کی اختراعات و اجتہادات ہیں تو پھر دنیا میں احادیث کا وجود ہی جاتا رہے گا۔ ذوی الارباب تو یہ اصلاً کہہ سکتے ہی نہیں ولم يقل بذلك الامن هو اجهل الناس۔

واہ میاں! تمہاری عقلیں کہاں چلی گئیں۔ یہ کیسا تجاہل کر رہے ہو۔ کیا اگر کوئی شخص یہ کہے۔ چہل سال عمر عزیزت گذشت۔ تو اس کو آپ کیا کہو گے یہ مصرع اُسی کا ہو جاوے گا یا نقل کرنا کہو گے۔ یا اگر کوئی شخص ہدایہ و قایہ یا جامی وغیرہ وغیرہ کتب متداولہ سے عبارت نقل کرے یا یوں سمجھو کہ صاحب ہدایہ نے امام اعظم و ابویوسف و محمد وغیرہ سے نقول درج کیں ہیں، آیا اس کو کیا کہو گے۔ یہ کہو گے کہ یہ صاحب ہدایہ کی رائے یا قول ہے یا یوں کہو گے کہ فلاں کے قول کو نقل کیا ہے۔ یا یوں سمجھو، حاکم وقت کا حکم چپڑا اسی سناوے، آیا وہ حکم چپڑا اسی کا ہو گا یا حاکم وقت کا۔ کیا اُس کو یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم تیرے قول، تیری بات، تیرے حکم، تیری رائے کو نہیں مانتے۔ انصاف سے سوچ کر کہو کیا کہو گے۔ خیر ان کو جانے دو تمہارے درمیان اور امام صاحب کے درمیان صد ہا برسوں کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح ہدایہ، قایہ، کنز، قدوری، عالمگیری، درمختار وغیرہ فقہ کے کتاب والوں کے درمیان سیکڑوں برسوں کا فاصلہ ہے اور تم ان لوگوں کے کہنے اور ان کے فتاویٰ پر ایمان، اعتقاد، عمل کرتے ہو اور خاص حنفی کو رہے امام صاحب کے مقلد کہلاتے ہو۔ کوئی عقل کا دشمن یہ نہیں کہتا کہ میں ہدایہ و قایہ وغیرہ کا مقلد ہوں۔ یہاں تمہارا انصاف

کہاں چلا گیا تم کو چاہئے کہ ان لوگوں کے مقلد کہلاویں، اگر کہلائے جاویں تو بلا میں گرفتار ہوں۔ کیا تمہارا علم یہی کہلائے گا کہ اس کو بھی تقلید ہی کہیں گے۔ اگر تقلید کہتے ہو تو اولاً معلوم نہیں تم کس قدر آدمیوں کے مقلد بنو گے۔ تم ہی خیال کرو پھر کس کس کو راضی کرو گے۔ دو خصم رکھے وہ زن بدکار ہے۔ جب یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جاوے گی اور اچھی طرح سے اس کو نقش کا لُحجر کر لو گے تو آئندہ ایسے مغالطہ دینے سے بچ جاؤ گے۔ کوئی کہتا ہے کہ انسانوں کو کیا خبر کہ میں اپنے ہی باپ کے نطفے سے ہوں۔ کہنے سے ہی معلوم ہوتا ہے یہ بھی تقلید ہوئی۔

عقل کے کورے اس کو تقلید نہیں کہتے یہ تو ماں باپ کے اقرار سے ثابت ہوتا ہے، شرع نے اس بارے میں اقرار کو مقرر کیا ہے۔ ذرا کہتے ہوئے شرماؤ کہ جسکو خدا و رسول ﷺ اقرار کہیں اس کو تم تقلید قرار دو۔ ماں باپ کا اقرار یہی ولدیت کے لئے حجت شرعی ہے۔

اس کو میرے پیارے دوست تقلید نہیں کہتے ہیں کہ شاگرد بھی استاد کی تقلید کرتا ہے اسلئے کہ وہ جو کہے اس کو قبول کر لیتا ہے یہی تقلید ہے۔ یہ انکی بڑی غلطی ہے۔ اولاً یہ کہئے کہ تقلید تو اس وقت ہوگی جب وہ اسی کی ایجاد باتوں کو تسلیم کرے۔ کیا استاد اسکو اپنا اجتہاد سکھاتا ہے یا کہ نقل کو سکھاتا ہے۔ اگر نقل کو سکھاتا ہے تو یہ اسکی تقلید نہیں ہے۔ اگر اسی کو تقلید کہتے ہو تو تم امام صاحب کے قول کو کس کے کہنے سے قبول کرتے ہو، یہی ہدایہ و قایہ وغیرہ کے کہنے سے تو تسلسل لازم آئیگا جو عین بطلان تقلید کا مرکز ہوگا۔

میرے پیارے دوست! آپ جیسے شاید استاد کی باتیں بے دلیل بھی مان لیتے ہونگے۔ یہاں تو بے دلیل باتیں استاد کی بھی مقبول نہیں۔ استاد کی خطا اگر معلوم کرنا ہو تو دوسرے کے پاس جاؤ اور اس کو بتاؤ، تیسرے کے پاس جاؤ اس کو بتاؤ۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ سب ہی غلط بتاویں گے۔ لا یجتمع امتی کا مضمون صادق آئیگا۔ سنن دارمی ص ۸۱ کو دیکھو۔ ایوب سختیانی سے نقل کرتے ہیں انہ قال اذا اردت ان تعرف خطا مُعَلِّمِكَ فجالس غیدہ۔ اگر اس کو تقلید کہتے ہو تو یہ تقلید مذموم نہیں مگر تم ہی لوگ اس تقلید سے بھی دور بھاگو گے چونکہ تم تو دوسرے کی سنتے ہی نہیں کہ جس سے تم کو تمہارے معلم امام کی خطا معلوم ہو۔ تمہاری جیسی تقلید تو کوئی نہیں کرتا نہ استاد کی نہ غیر کی۔ کوئی کہتا ہے کہ نماز میں بھی امام کی

تقلید کرتے ہو۔ غور سے سنو کہ امام اگر نماز میں بھول جائے تو اس کو لقمہ دیا جاتا ہے اور وہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔

اچھا صاحبو! اگر کوئی شخص امام صاحب کی غلطی صریح بیان کرے تو تم بھی قبول کر لینا اس لئے کہ جس طرح لقمہ دینے والے کی نماز باطل نہیں ہوتی اسی طرح تمہارا بھی کھیل بنا رہے گا۔ تم اس کو بھی تسلیم کر لو پھر بھی بھاگتے ہی نظر آتے ہو۔ یہی علی سبیل النزل کہا جاتا ہے والا حضرت نے اس کا نام اقتداء رکھا ہے۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ وغیرہ وغیرہ۔ لہذا اس پیرایہ سے اس کو تقلید ہی اصلاً نہیں کہہ سکتے ان هو الا اسماء سمیتموھا انتم الایۃ۔

امام صاحب تو اپنی خطا قبول کر رہے ہیں آپ ان کو خواہ مخواہ عدم قبول پر جبر کر رہے ہو۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ کسی نے کہا اگر آپ کی بات قرآن مجید کے خلاف ہو تو، فرمایا چھوڑ دینا۔ پھر سائل نے کہا اگر حدیث کے خلاف ہو تو، کہا چھوڑ دینا۔ پھر سائل نے کہا اگر اقوال صحابہ کے خلاف ہو، کہا چھوڑ دینا۔ دیکھئے امام صاحب کی یہ کیسی دیانت داری تھی ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ امام صاحب کو اگر حدیث مل جاتی تو ضرور تسلیم کر لیتے۔ امام ابو یوسف بھی یہی فرما رہے ہیں۔ دیکھو اسعاف فی احکام الاوقاف ص ۳ و معراج الدرایت ص ۳۰۳ کتاب الوقوف میں ابو یوسف سے منقول ہے لو بلغ هذا الحديث ابا حنيفة لرجع وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث ابو حنیفہ کو پہنچتی تو البتہ وہ رجوع کر لیتے۔ تم ہی قسمیہ کہو کہ امام صاحب کا رجوع کرنا مسائل کثیرہ میں کتب فقہیہ سے ثابت ہے یا نہیں۔ محرر سطور نے تو اکثر درمختار وغیرہ وغیرہ میں یہی لکھا دیکھا کہ والیہ رجوع الامام کوئی فعل رجعی سے تو اسکا انکار نہیں کر سکتا۔ واقعی اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب متدین شخص تھے اپنی غلطیوں سے رجوع کر لیتے تھے جب ان کو معلوم ہوا۔ اور فرما گئے کہ جب دلیل مل جاوے تو میری بات چھوڑ دینا۔ اور خود بھی اسی قاعدہ کو معمول میں تا مرگ دم رکھا بلکہ مرنے سے پہلے قریب تین ماہ کے کئی مسئلوں سے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ کتب فقہ کے ماہرین پر مخفی نہیں۔ قاضی خان ص ۲۹۳ ج ۳ میں ہے والناس لم یأخذوا بقول ابی حنیفة فی هذا للآثار المشہورة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والصحابۃ - لیجئے صاحب اسجگہ تو امام صاحب کو بھی حدیث و آثار صحابہ کے مقابل ترک کر دئے۔ باعتبار تو اعدا امام اعظم کے تو کوئی عیب نہیں البتہ متعصین مقلدین کے زعم و خیال میں کمثل الجبال بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بوجھ آ پڑا ہے۔ یہ کیا ہوا کہ امام صاحب کو بھی چھوڑ دیں اور حنفی بھی بنے رہے۔ اس سے امام صاحب کی قدر گھٹتی نہیں۔ امام صاحب تو خود اپنی حیات میں اپنی خطا سے رجوع کر لیتے تھے۔ دیکھو قاضی خان کتاب الحضر باب ما یکرہ من الثیاب الخ ص ۳۷۰ ج ۴ میں روے عن ابی حنیفۃ قال حلفت راسی بمکة فخطانی الحجام فی ثلثة منها انی جلست مستدبراً فقال استقبل القبلة وناولته الجانب الایسر فقال الایمن و اردت ان اذهب بعد الحلق فقال ادفن شعرك فرجعت و دفنته امام صاحب سے مروی ہے کہ میں نے مکہ میں سر مونڈایا۔ حجام نے تین غلطی میری نکالی۔ (۱) میں قبلہ کو پیٹھ کر کے بیٹھا کہا قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ (۲) بائیں جانب اس کو میں نے اپنی دی کہا دہنی دے۔ (۳) سر مونڈانے کے بعد ارادہ کیا میں نے کہ چلا جاؤں اس نے کہا اپنے بال کو دفن کر، میں گیا اور دفن کر دئے۔ نیز اس قصہ کو فتاویٰ مطالب المؤمنین میں ظہریہ و خانیہ سے نقل کیا ہے۔ خزائنہ الروایات میں بھی ان ہی سے منقول ہے۔ نیز دیگر فتاویٰ میں بھی ہے مثل غرائب و حب المفتی و مختار الفتاویٰ وغیرہ کے ملاحظہ ہو۔ امام صاحب نے ایک ادنیٰ آدمی کی غلطی پکڑنے کو بھی سر و چشم تسلیم کر لیا۔

اب میں یہ دریافت کرتا ہوں آپ لوگ جو ان کی خطا کو تسلیم نہیں کرتے بنانے کے واسطے کمال جانفشانی اٹھاتے ہیں، نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق بنتے ہو پھر بھی امام صاحب آپ کی اس سعی پر راضی نہیں ہوتے۔ ارے تم اپنے ہی اصول کے پابند ہو المجتہد یخطی ویصیب جو ایک مسلم قاعدہ ہے۔ المجتہد یصیب ولا یخطی معترتہ وغیرہ کا اصول ہے۔ یعنی مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ آپ اس اصول کو کہاں تک سچاتے ہو۔ یہیں دیکھ لو کہ اگر کوئی یوں کہہ دے کہ یہ امام صاحب کی خطا ہے تو وہ اس وقت اس کے خون کے پیاسے بن جاویں گے، تم تو اپنے اصول کو بھی تسلیم نہیں کرتے لڑنے مرنے تک نوبت لا دیتے ہو اور ان کی خطا بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

تمہارے ان اختیارات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب سے خطا ہی نہیں ہوئی اگرچہ قرآن وحدیث کے مخالف بھی ہو درپردہ ان کی معصومیت کا دعویٰ سبحان اللہ! کہ تمہارا انبیاء علیہم السلام کے حق میں تو ایسا اعتقاد کہ ان کی خطا پر خداوند متنبہ کرتا ہے۔ فقہ اکبر ص ۸ میں ہے وکانت منهم زلات وخطیئات یعنی ان سے بھی بھول چوک ہوتی ہے۔ اگر نہ ہو تو امام ہی سے نہ ہو باقی سب سے ہوتی رہے تم کو تو کچھ پرواہ ہی نہیں۔ انبیاء سے بھی رتبہ بڑھا دیا، سچ فرمایا حضرت ﷺ نے کہ حبك الشئى يعمى ويصم۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ روافض خوارج، مشرکین وغیرہ وغیرہ جس چیز کی ان کے دلوں میں محبت گھس گئی ہے اس کے فراق میں وہ بھی اندھے بہرے ہو رہے ہیں۔ لاکھ ان کو سناویں وہ ہرگز تمہاری نہیں سنیں گے۔ حضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی یہی جواب مشرکین عنایت کرتے تھے قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباؤنا الآية وغیرہ وغیرہ آیات بے شمار قرآن مجید میں مملو ہیں۔

ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا ہے اور اپنے ہی خیالات کو حق پر رکھتا ہے مگر محض دعویٰ سے کام نہیں نکل سکتا۔ اسکے پہچان کیلئے کسوٹی ہونی چاہئے کہ جس کے ذریعہ سے حق و ناحق میں تمیز پیدا کر سکے۔ کسوٹی قرآن وحدیث ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو شخص ایک امتی کی خاطر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ترک کر دے وہ بھی کہیں حق پر ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے ہی حق پر ہوں تو یہ سلسلہ نبوت یہیں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس تقلید پلید کے مرض نے عوام و خواص میں کیسے کیسے رنگ ظاہر کئے ہیں۔ اب ذار انصاف تو کیجئے کہ چاروں مذہب کو حق کہتے جاویں اور مانیں گے وہی ایک ہی کو۔ احناف شوافع سے خلاف کریں وہ اُن سے کریں، حتیٰ کہ بعض بعض کتب فقہ میں احناف نے شوافع کے پیچھے اقتداء تک منع کر دیا۔ اگر چاروں برحق تھے تو یہ نزاع آپس میں کیسا اور یہ احتیاط کی شرطیں کیوں لگائیں۔ ایک دوسرے کو دشمن کی طرح کیوں سمجھتا ہے۔ بعض ارباب شوافع امام اعظم کی تنقیص کر رہے ہیں، بعض احناف شافعی کی جھک کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چاروں کو حق کہا جا رہا ہے پھر احناف شوافع کی باتوں کو رد کر رہے ہیں، شوافع احناف کی باتوں کو رد کر رہے ہیں۔ وہ اُس کو غلطی پر کہہ رہا ہے،

وہ اس کو خطا پر کہہ رہا ہے۔ اگر سب حق ہیں تو پھر یہ رد و کد و اختلاف کیسا۔ ایک حلال کہتا ہے دوسرا حرام کہہ رہا ہے۔ بھلا کہیں، حلال و حرام ایک ہی چیز کو کہیں اور پھر دونوں ہی حق پر، یہ عجیب حق ہے۔ جانے دو یہ تو علیحدہ علیحدہ مذاہب کی کہانی ہے تم اپنے ہی مذہب کی حقیقت کہو۔ ایک چیز کو امام صاحب حرام کہیں، امام محمد حلال کہیں۔ دیکھو مسئلہ قرآن علی القبور کو سراجیہ میں امام صاحب کے نزدیک حرام کہہ رہا ہے امام محمد کے نزدیک درست ہے اُسی پر فتویٰ ہے۔ مجھ کو کتب فقہ سے کوئی ایک ہی ایسا مسئلہ نکال دو کہ جس کو امام صاحب کے کل تلامذہ نے بلا خلاف تسلیم کیا ہو۔ خدا شاہد ہے ایک نہیں لا سکتے۔ اگر ہمت ہو تو میدان میں حاضر ہوں۔ کوئی عقل کا دشمن یہ نہیں کہتا کہ امام صاحب کے خلاف انہوں نے یہ کیوں کہا، آخر تھے تو ان ہی کے شاگرد۔ کیا ان لوگوں پر امام صاحب کی تقلید واجب نہ تھی تم ہی پر واجب ہو گئی۔ شاگرد تو خلاف کریں جو ان کے احوال سے خوب واقف تھے اور تم کو خلاف ان کا درست نہیں۔ تمہاری عقلیں کس کوئے ظلمات میں جا پڑی ہیں۔ یہ تمہاری ہدایہ، وقایہ، عالمگیری، وغیرہ وغیرہ کتب فقہیہ خود شاہد ہیں کہ امام صاحب کی تقلید واجب نہیں اور اگر واجب تھی تو اس قدر اختلاف کیوں، ایک رائے کیوں نہ ہوئی۔ ہر مجتہد کی رائے جدا گانہ ہے دیکھ لو۔

جب ان چاروں کی تقلید سے بھی پیٹ نہ بھراتو اور طریقت والوں کے پیچھے جا پڑے کہ کچھ ان سے بھی امداد لیں۔ کوئی حنفی قادری کہلا رہا ہے، کوئی حنفی چشتی بن رہا، کوئی حنفی رفاعی شمار کیا جا رہا ہے، کوئی حنفی سہروردی سے ممتاز ہو رہا ہے۔ ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا جن کی تقلید اولاً تم نے واجب کی تھی کس خیال سے، آیا وہ بھی طریقت سے آگاہ تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر قادری، چشتی، رفاعی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ بننے کی کیا ضرورت پڑی۔

المحدثین کو کہتے تھے کہ انکا پانچواں مذہب ہے یہ تو لا مذہب ہیں۔ یہ آپ صاحبوں نے کیا کیا، کچھ حواس بھی قائم ہیں یا کہ نہیں۔ ان صوفیوں کا کیا مذہب ہے، ہر کس جانتے ہیں کہ الصوفی لا مذہب لہ کہ ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں بڑے زور شور سے ایک مذہب پر صوفیہ کا مقید نہ ہونا ثابت کیا ہے۔ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

میرے پیارے دوستو! تم نے یہ کب سے لامذہبیت اختیار کی۔ علماء حدیث نے عدم تقلید پر آپ لوگوں کی خیر خواہی کی، آپ انکے دشمن بن گئے اور پھسلے تو ایسے پھسلے کہ کہیں ان کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ میری سمجھ میں نہیں سماتا کہ یہ طرائق انہوں نے خود بخود اختیار کر لئے ہیں یا انکے امام صاحب ان طرائق کی وصیت کر گئے تھے، کچھ تو اس کی حقیقت سے اطلاع بخشیں۔ یہاں تو یہ نوبت تھی کہ اگر امام صاحب کے خلاف کوئی صحیح حدیث بھی ہوتی تو اس کے ٹالنے کی فکر رہتی تھی۔ یہ کیا ہو گیا کہ امتیوں کی باتوں کو قبول کر کے امام صاحب کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ رفاعی طریقہ والے حنفی ڈھولکی پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکے نزدیک گانا بجانا، رقص، وجد وغیرہ سب حلال ہے، امام اعظم کے نزدیک حرام غیر جائز، کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔ اب بتلائیے کہ حنفی، رفاعی چشتی وغیرہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

ان صوفیہ کا اکثر طریقہ حنفیہ مذہب کے خلاف ہے۔ قادری حنفی کا بھی جمع ہونا محال ہے کہ وہ حنبلی تھے۔ حنفی کو مرجیہ میں شمار کر رہے ہیں گویا مرجیہ اسلامیہ ہی کیوں نہ ہوں، مگر انہوں نے تو داخل کر ہی دیا ہے جو صریح آپ کے منشاء کے خلاف ہے۔ بلکہ اگر اس وقت کوئی تم کو مرجیہ فرقہ کہے تو لڑنے مرنے کو مستعد ہو جاتے ہو اور اس تقلید کے اندھے پٹے نے خود بخود اس کے کہنے والے کے طریقہ میں داخل کر دیا۔ سہروردی شافعی تھے انہوں نے نماز کا وہی طریقہ عوارف میں شوافع کے طرز پر لکھا ہے۔ تم سہروردی تو کہلاتے ہو پر اس کی سکھائی ہوئی نماز سے دور بھاگتے ہو یہ بھی کوئی عقلمندی کی بات ہے واللہ لقد خلط الامر علیکم۔

کسی جگہ بھی تمہارا ٹھکانہ نہیں ملتا۔ تم نے تو عیسائی سوسائٹی وغیرہ کو بھی شرمادیا۔ وہ تو بجز اپنے نبی کے کسی طرف منسوب ہونے کو زہار زہار گوارا نہیں کرتے۔ دیکھ لو وہی عیسائی نصارے یہودی سوسائٹی ہی کے لقب سے دنیا میں ممتاز ہیں۔ تم نے اپنے نبی کے نام نامی سے منسوب ہونے والوں کو معیوب سمجھا، لایندہب قرار دیا اور غیر کی طرف انتساب کو اپنا فخر جانتے ہو۔ اصل اصول تو یہ ہے کہ اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ غیر کی طرف۔ حضرت ﷺ نے فرمایا من ادعی الی غیر ابیہ وهو یعلم فالجنة علیہ حرام۔ صحاح میں یہ حدیث موجود ہے۔ حضرت نے ﷺ فرمایا

انما انالکم مثل الوالد میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ تم کو احکامِ شرع سے آگاہ کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے قضائے حاجت کے آداب بھی سکھائے۔ تم امت بھی ان ہی کی کہلاتی ہو پھر یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، چشتی وغیرہ کی طرف منسوب ہونا کیسا آیا۔ یہ صاحبِ شرع ہیں یا صاحبِ وحی ہیں۔ یہ تمہارے کیا ہوتے ہیں کہ ان کی طرف منسوب ہونا محمود اور احمدی محمدی کہلانا مذموم و لاندہب ہو، خدا ہی سمجھ دے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شرابی، گنہگار، زانی، چور، بد معاش، ہنود وغیرہ سے باخوشی ملنا جلنا، نہ ان سے لڑنا ہے نہ جھگڑنا۔ جہاں کسی نے کہا کہ میں محمدی اہلحدیث ہوں تو گویا وہ ان کے نزدیک ان سب سے بدتر ہو جاتا ہے اور اُسے اپنا جانی دشمن سمجھ لیتے ہیں۔ تم ہی انصاف سے کہو کہ تم ان بیچارے اہلحدیثوں سے اس قدر کیوں جلتے ہو۔ انہوں نے تمہارا کیا لیا کیا کیا۔ یہ تمہاری چوری نہیں کرتے، یہ تمہاری محبوبہ پر ہاتھ نہیں پھیلتے، تمہارے اقارب سے ان کو کچھ علاقہ نہیں، پھر ان سے اس قدر دشمنی کیسی۔ اگر یہ تمہارا کچھ بگاڑ کرتے ہوں تو کہو۔ عیسائی، موسائی، آریہ تمہارے اسلام پر ہاتھ پھیریں، رسالہ لکھیں، جو چاہے سو کریں مگر ان کی تمہیں کچھ پرواہ نہیں۔ ان بیچارے اہلحدیثوں میں سے کسی نے اگر احادیثِ نبویہ سے لکھ کر ظاہر کیا ہو تو سب کے تن بدن میں آگ کے پتنگے برس جاتے ہیں، اصل بات تو ان کی دشمنی کی یہی ہے۔ جس طرح کہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے اصحاب الراۃ اعداء السنن اعتیہم ان یحفظوها و تفلتت منہم ان یعوها واستحیوا حین یسألوا ان یقولوا لا نعلم فعارضو السنن برایہم فایاکم وریاہم۔ اس کی تخریج محررِ سطور نے رسالہ وسیلۃ النجات میں لکھی ہے۔

امام ذہبی وغیرہ نے احمد بن سنان قطان سے نقل کیا ہے کہ دنیا میں کوئی بدعتی نہیں مگر وہ اہلحدیث سے بغض رکھتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ میں نیز علامتِ مبتدع کی یہی تحریر فرماتے ہیں۔ بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ان ہی سے دشمنی ان ہی کے محتاج۔ بتاؤ تو سہی کہ یہ ہدایہ وغیرہ میں جو حدیثیں ہیں کہاں کی ہیں۔ کیا یہ سب حدیثیں امام صاحب کی ذاتی تصنیفات کی منقول ہیں۔ بیچارے امام صاحب نے بجز وصیت نامہ و فقہ اکبر کے اور کوئی تصنیف ہی نہیں کی۔ اگر کہیں اسکا پتہ ہے تو بتاؤ۔ بستانِ الحمد شین

از مولانا شاہ عبدالعزیز ملاحظہ فرمائیں۔ بلکہ بعض نے توفیق اکبر کا بھی انکار کیا ہے۔

چلو ہم اس کو ان ہی کی تسلیم کریں پھر اسمیں احادیث مسندہ کا پتہ نہیں۔ آخر وہی محدثین ہی کی تصانیف پر اعتماد کرنا پڑا۔ بغیر ان کے تمہارا ٹھکانہ کہاں۔ فتح القدیر، نصب الراية کھول کر دیکھو کہ وہ کون کون سی کتابوں کا حوالہ کن کن کتابوں سے تخریج کرتے ہیں۔ ارے اگر تمہاری حقیقت کی دلیل ہے تو یہی علماء محدثین ہی کی تصنیفات ہیں کسی نے ہدایہ وقایہ کو نہیں کہا۔ مجمع بحار الانوار ص ۳۵۶ ج ۱، خط لٹا طحاوی مطبوعہ کلکتہ ص ۵۳ ج ۴۔ اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ تمہارے پاس صراط مستقیم پر ہونے کی کیا دلیل ہے کہ ہر ایک فرقہ اس پر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جواب دیتے ہیں کہ ثقات محدثین کی نقل سے کہ جنہوں نے صحاح احادیث کو قول و افعال و احوال صحابہ میں جمع کیا ہے۔ مثل صحاح ستہ کے کہ جنگی صحت پر اہل شرق و غرب نے اتفاق کیا ہے وان کے شارحین خطابی، بغوی و نووی نے اتفاق کیا ہے۔ اس کے بعد اب دیکھا جاوے کون ان کی اتباع و طریقہ کی پیروی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ طحاوی نے اس پر اور بھی زیادہ کیا ہے یہی ہے فارق بین الحق والباطل اور تمیز دینے والی ان لوگوں کے درمیان جو کہ صراط مستقیم پر ہیں اور جو نہیں ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید ص ۵۱ میں فرماتے ہیں مالک، شافعی، ابو حنیفہ، ثوری وغیرہ مجتہدین کے مذاہب و فتاویٰ کو موطا مالک و بخاری و مسلم بعد ازیں ترمذی و ابو داؤد سے مقابلہ کر لیں۔ جو مسئلہ کے سنت سے بالتخصیص یا اشارہ موافق ہوے۔ عقد الجید ص ۶۶ خزائنہ الروایات فصل کیفیت الافتاء ص ۱۱، و ستور السالکین سے کہ جو عالم نصوص و اخبار سے واقف اور اہل درایت ہو اور ثابت ہو جاوے اسکے پاس صحت اس حدیث کی محدثین سے یا ان کی کتابوں معتبر متداول معروف و مشہور سے ثابت ہو جاوے تو اس کو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اسکے امام کے مذہب کے خلاف ہو۔ توضیح تلویح ص ۲۲۹ باب الاجتہاد میں ہے، احوال روایات سے بحث ہمارے زمانہ میں کالتعذر ہے۔ درازی مدت و کثرت وسائل کی وجہ سے اولیٰ یہ ہے کہ تعدیل کرنے کے ساتھ اکتفا کی جاوے کہ ائمہ موثق بہم فی علم الحدیث کے مثل بخاری و مسلم و بغوی و صفاتی ائمہ حدیث سے۔

اب کہتے جس ہانڈی سے کھادیں اسی میں چھید کرنا کیسا، یہی انصاف ہے۔ ان سے تو تم کو رسد مل رہی ہے اور ان ہی کو لا مذہب وہابی کہتے ہو، فی الحقیقت اگر دیکھا جاوے تو یہ لوگ لا مذہب نہیں مقلدین ہی ہیں۔ اس لئے کہ یہ ہر چہار مذہب کو یکساں تصور کرتے ہیں۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے اور تم ایک ہی کو پکڑے بیٹھے ہو۔ حقیقت میں لا اکثر حکم الکمل جو ہدایہ کا مسلم قاعدہ ہے بدیں قاعدہ تم ہی منکرین مذاہب قرار پائے گئے جن کو لا مذہب سے تعبیر کی جاتی ہے آپ اس خیال میں نہ رہیں کہ ہم ایک ہی مذہب کو ماننے سے کل شرع کے حامل کہلا سکیں گے۔ حاشا وکلا ذرا میزان شعرانی ص ۳۰ میں ہے۔ میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ کہتے تھے نہیں کامل ہوتا کسی ایماندار کے لئے تمام شرع پر عمل کرنا کبھی اس حال میں کہ وہ ایک مذہب کا مقلد بنا رہے۔ رہا ان کو وہابی کہنا محض کج فہمی ہے اس لئے کہ محمد بن عبد الوہاب خود مقلد حنبلی المذہب تھا۔ بلکہ عبد الوہاب کی تو شامی والے نے خارجی تک نوبت پہنچا دی ہے، جلد ۳ ملاحظہ کریں۔ اور محمد بلکہ دونوں باپ بیٹے حنبلی مذہب کے قیدی تھے۔ اتنا نہیں خیال کرتے کہ جب اہلحدیث خود اسی کے مقلد بالفتح یعنی امام احمد بن حنبل کی تقلید نہیں کرتے پھر بھلا ایک ادنیٰ ان کے مقلد بالکسر یعنی محمد عبد الوہاب کی تقلید کس طرح سے کریں گے۔ کیا بردستی ان کے طرف منسوب کر دو گے۔ مثل ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

یہ تمہارے القابات ان کو چسپاں زہار زہار نہیں ہو سکتے۔ جس طرح سے کفار مکہ کے القاب رسول اکرم ﷺ کو چسپاں نہ ہوئے۔ ان کا تو فقط وہی ایک نام اصحاب حدیث ہے۔ غنیۃ الطالبین فصل علامات اہل بدع میں ملاحظہ فرماویں اور محمد بن عبد الوہاب تو تمہارا ہی اخیانی بھائی تھا (تقلید تمہاری ماں ہے ائمہ اربعہ قائم مقام تمہاری اماں کے خصم تھے) اہلحدیث سے و اُس سے کیا تعلق۔ مگر تم کو تو ایک جہلاء کو ورغلانا ہی منظور ہے۔ جیسے کسی نے کہا جاٹ رے جاٹ تیرے سر پہ کھاٹ۔ مجیب نے کہا تیرے سر پہ کولو اس نے کہا وزن برابر نہیں۔ مجیب نے کہا بلا سے کھاٹ سے کولو بھاری تو ہے۔

کوئی یوں بہکاتا ہے کہ حضرت ﷺ نے کہا تم بڑی جماعت کو پکڑو، دیکھو بڑی جماعت خفیوں کی ہے اسی کو پکڑنا چاہئے۔ ذرا گوشِ ہوش سے سنئے شرح مسلم الثبوت ص ۸۰۲ میں ہے بسا اوقات حق

اقل کیساتھ بھی ہوتا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ فرقہ ناجیہ ہتر فرقوں میں سے ایک ہی ہے، پس تھوڑے ہی حق پر ہوئے۔ اکثر لوگ آپ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ ایمان والے اُس وقت کم تھے۔ کفاروں سے بنی امیہ کے زمانہ میں لوگ معاویہ کی امامت کے بہت معتقد تھے حالانکہ حق علیؑ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا۔ بلاریب الی ان قال الحاصل حق بسا اوقات اقل کیساتھ ہی ہوتا ہے۔ کثرت اشخاص کثرت عدول کو مستلزم نہیں۔ عالمگیری کتاب القاضی میں ب ۳ میں ہے لا يعتبر كثرة العدد فالواحد قد يوفق مالا يوفق الجماعة وينبغي ان يكون هذا قول ابي حنيفة۔

مجھ کو یہ بتلاؤ کہ ابتدا اسلام میں کثرت کن لوگوں کی تھی اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا تھا اس وقت کون لوگ بکثرت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ بدأ الاسلام غريباً وسيعود كما بدأ فطوبى للغرباء۔ یہ دعا قلیل لوگوں کے لئے کیسی ہو رہی ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ۔ ہم نے الانصاف فی ان ماردہ اللہ چپوری رد لمدھب الاحناف میں بھی مشرح سفیان وغیرہ کے اقوال سے بیان کیا ہے فلیراجع۔

معلوم ہوا کہ بڑی جماعت کے دھوکہ میں نہ آنا چاہئے۔ فقط حق کی دلیل ہے کہ قرآن و احادیث پر عامل ہو۔ ان کے موافق جمیع اقوال و افعال رکھے۔ جس طرح سے کہ ہم نے پہلے مجمع و طحاوی سے نقل کیا ہے۔ علامہ تورپشتی قول معتمد فصل میں لکھتے ہیں کہ جس کو ایسے اعتقاد پر دیکھیں کہ قرن اول میں صحابہ جس پر تھے اس سے برعکس رکھتے ہوئے یا کوئی احداث نکالے جو کتاب و سنت کے قواعد سے برابر نہ ہو اس کو ہم فرقہ ضالہ سے شمار کرتے ہیں کذا فی رسالتنا الباعث الحثیث۔

امام ابوالمظفر سمعانی فرماتے ہیں حق و عقیدہ اہل حدیث ہی کے ساتھ ہے اسلئے کہ انہوں نے اپنے عقائد کو خلف عن سلف قرن از قرن یہاں تک کہ تبع تابعین از تابعین اور تابعین از صحابہ اور انہوں نے نبی ﷺ سے لیا ہے۔ شریعت دین مستقیم صراطِ تویم کے معرفت کا بحر اس کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جس طریقہ کو اصحاب حدیث نے اختیار کیا ہے۔ باقی فرقوں نے دین کے علاوہ اس طریق کے۔ مؤلف نے ایک رسالہ غرباء کون؟ بھی تالیف کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ فافہم انما ابن المؤلف۔

تلاش کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ جب سنتے ہیں قرآن وحدیث کو تو اس کو موازین عقول پر پیش کرتے ہیں اگر برابر اتر آوے تو قبول کر لیتے ہیں ورنہ اسکو رد کر دیتے ہیں۔ اگر قبول پر بے قرار کیا جاوے تو تاویلات بعیدہ مافی المستکرہ سے مزخرف کر لیتے ہیں۔ انہوں نے حق کو پس پشت ڈال دیا اور احادیث نبویہ ﷺ کو زیر قدم کر لیا اور اہل سنت نے کتاب وسنت کو اپنا امام وجائے مطلوب قرار دیا۔ جو انکی عقول وخواطر میں وآراء میں آتا ہے کتاب وسنت سے مقابلہ کر لیتے ہیں۔ اگر موافق ہو جاوے قبول کر لیتے ہیں اور خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اگر مخالف پاتے ہیں تو اسے ترک کر کے کتاب وسنت کی طرف توجہ کر لیتے ہیں۔

الحدیث کے حق پر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تم ان کے اگلے پچھلے علماء کی تصانیف کا مطالعہ اول سے آخر تک کرو، باوجود مختلف شہروں کے ہونے اور زمانے اور بعد کے ہونے ایک ہی اسلوب پر پاؤ گے گویا ایک ہی دل سے یہ باتیں صادر ہوئی ہیں۔ کیا حق پر ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ قال تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا۔ دعویٰ کسی کا بھی قابل سماع نہیں ہو سکتا مگر گواہ عادل کے ساتھ اور وہ بجز اللہ ان کے لئے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما اتکم الرسول الایۃ ہم کو اس میں آپ ﷺ کی اتباع وطاعت کا امر وہی میں فرمایا اور فرمایا علیکم بسنتی الحدیث اور فرمایا من رغب عن سنتی فلیس منی ومن احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة۔ سو ہم نے آپ کی سنت کو پہچانا ان حدیثوں کے ذریعہ سے جو کہ مدون کی گئیں اسانید صحیحہ متصلہ سے کہ جن کو حفاظ علماء وثقات نے ایک دوسرے سے نقل کیا ہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اصحاب حدیث زیادہ تر اُس کی اتباع کرتے ہیں اور زیادہ رغبت رکھتے ہیں۔ پس ہم نے یقیناً جان لیا یہی لوگ اس کے مستحق ہیں نہ غیر ان کے۔

ابن عساکر نے کہا انشاء اللہ یہی فرقہ ناجیہ ہیں۔ امام شافعی سے منقول ہے کہ میں جس وقت اصحاب حدیث کو دیکھتا ہوں ایسا خیال کرتا ہوں کہ گویا میں حضرت ﷺ کے اصحاب ہی کو دیکھ رہا ہوں

جزاهم اللہ خیرًا الجزاء۔ امام سیوطی بدور السافرہ ص ۳۲ باب لکل طائفة امام میں تحریر فرماتے ہیں قال بعض السلف هذا اکبر شرف لاهل الحديث لان امامهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس میں اہل حدیث کی بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔ نیز اس کو عثمان بن عیسیٰ نے عقائد سیدہ میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامهم الاية۔ میزان شعرانی میں احمد بن سرتج سے ہیکہ اہل حدیث کا فقہاء سے بڑا درجہ ہے۔ ابو عاصم سے ہے کہ جب آدمی حدیث میں ماہر ہو جاتا ہے تو عوام اس کے مقابلے میں گائے بیلوں کی طرح سے ہوتے ہیں۔ ابو بکر بن عباس سے ہے کہ اہل حدیث ہر زمانہ میں اس طرح سے ہیں جس طرح کہ اور ادیان کے مقابلہ میں اہل اسلام ہیں۔ امام شافعی سے ہے کہ اصحاب حدیث ہر زمانہ میں ایسے ہیں جس طرح کہ صحابہ کرام اپنے زمانہ میں تھے۔ شرح سنہ میں حفص بن غیاث سے ہے کہ اصحاب حدیث تمام اہل دنیا سے بہتر ہیں۔ اور شیخ عثمان صدیقی عقائد سیدہ فصل ۲ میں لکھتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا اہل حدیث خداوند کے پاس آویں گے اور انکے ساتھ روشنائی ہوگی۔ خدا پاک کہے گا تم ہی حدیث والے ہو مدت مدید سے تم درود نبی ﷺ پڑھتے تھے جاؤ جنت میں فلاں جگہ داخل ہو۔ جو اہل اصول میں بھی اسی طرح منقول ہے۔ شیخ ابراہیم گردی اپنی مسلسلالت میں تحریر فرماتے ہیں سفین بن عیینہ سے اولئک مع الذین الی الصالحین کہ اس سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔ مولانا سمعیل شہید صراط المستقیم فصل ۲، تہذیب اخلاق ۳ تمہید میں لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کو اپنے مقتداء سمجھو اور دل سے ان کی تعظیم لازم جانو کہ یہ لوگ حامل علم پیغمبر ہیں اور ایک طرح سے حضرت ﷺ کی صحبت حاصل کر کے مقبول جناب رسالت مآب ہوئے ہیں۔ ابراہیم بن ادہم سے منقول ہے کہ حدیث والوں کی برکت سے خداوند کریم بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ اسی طرح ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ اس سے زیادہ تشریح دیکھنا منظور ہو تو محرر سطور کا رسالہ الباعث الحثیث کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ اسی سے نمونہ مشت خروارے نقل کیا ہے۔

اہل حدیث تو بحمد اللہ ہر دم حضرت ﷺ سے ہی گفتگو کرتے ہیں تمہارا یہ منسب کہاں۔ تم ہزارو

وسیلہ تلاش کرو بجز کتب احادیث کے حضرت ﷺ سے باتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ علماء دین نے لکھا ہے کہ جس کے گھر میں ترمذی ہو گویا وہ حضرت ﷺ سے کلام کر رہا ہے، شرح شامل ملا علی ملاحظہ ہو۔ اب ذرا انصاف سے کہو کہ ہدایہ وغیرہ کس کی بات ہے۔ کیا حضرت ﷺ کی باتیں ہیں یا امتیوں کی۔ ذرا دیر کو یوں ہی تسلیم کر لو کہ قرآن وحدیث سے نکالا ہوا ہے۔ یا رو! پھر بھی عین کلام نبی ﷺ تو نہیں آخر تو اس سے نیچے ہی ہے۔ میرے پیارے دوستوں، رسول کریم ﷺ سے باتیں کرنے کو چھوڑ کر کیوں ایرے غیرے سے باتیں کرنا پسند کرتے ہو۔ میں تم سے انصافاً دریافت کرتا ہوں، عصبیت کو بالائے طاق رکھ کے کہنا کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی طرف داری میں ہر طرح سے کوشش کرے اور دوسرا امتی آدمی کے کلام کے بنانے کی فکر میں رہے اور اسی پر اپنی عمر صرف کرے، ان دونوں میں بہتر کون۔ آیا حضرت ﷺ کی طرف داری کرنے والا یا امتی آدمی کی طرف داری کرنے والا۔ عجب جہالت جہان میں پھیل گئی ہے کہ جو اصل دین تھا وہ نقل سمجھا جا رہا ہے اور جو نقل تھا وہ اصل گردانا جا رہا ہے۔ خدا ایک، نبی ایک، قرآن ایک، کلمہ ایک، اسلام ایک پھر یہ کل جھگڑے کیسے۔ کچھ انصاف ہو تو اتنا ہی قرآن وحدیث سے بتاؤ کہ تم چار مذہب بنا لینا اور فلاں فلاں امام ہی کی تقلید کرنا دوسروں کی نہ کرنا۔ حضرت ﷺ نے تو یہی فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ میری احادیث چھوڑ چلا ہوں جو اس کو مضبوط پکڑے گا کبھی ہلاک نہ ہوگا۔ اور فرمایا جس نے خدا کی کتاب کے علاوہ ہدایت تلاش کی وہ گمراہ ہو جاویگا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک لکیر سیدھی کھینچی اور دائیں بائیں دو دو لکیریں بنائیں بایں شکل << پھر یہ آیت تلاوت کی ان هذا صراطی مستقیم افا تبوعہ ولا تتبعوا السبل الایۃ۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ چار مذہب صراط مستقیم سے علیحدہ ہیں۔ یہ اس حدیث میں آپ کا صریح معجزہ معلوم ہو رہا ہے کہ میرے بعد چار مذہب نکلیں گے مگر حق تو وہی ایک طریق مستقیم ہوگا۔ ان چاروں میں شیطانی دخل ہوگا۔ اس سے اور کون سا شیطانی دخل چاہتے ہو کہ ایک دوسرے کی آپس میں ہنسی ہی نہیں والا ایک بنا کر دکھادیں۔ ان کے نکلنے کے بعد مخلوق خدا میں ایک عظیم الشان فتنہ برپا ہو گیا اور وہ نفسانیت پیدا ہو گئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔ لیجئے مولانا روم

رحمۃ اللہ مشنوی میں فرماتے ہیں۔

دین حق را چار مذہب ساختن رخنہ دروین نبی انداختن

نیز فرماتے ہیں

بلکہ تقلید ست آل ایمان اوست روی ایمان نہ دیدہ جان اوست

نیز فرماتے ہیں

پس خطر باشد مقلد را عظیم از رہ ر ہرن چہ شیطان رحیم

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں برزباں آرد نہ دار و پیچ جاں

نیز فرماتے ہیں

مشک آلودہ ست اما مشک نے بوئے مشک سنت ولے جز پیشک نے

نیز فرماتے ہیں

آن مقامست چوں طفل علی گر چہ دارد بحث باریک و دلیل

اب تو سن لیا میرے پیارے دوستو! کہ مولنا روم بھی یہی فرما رہے ہیں کہ دین میں ان چار مذہبوں کے نکلنے سے ایک رخنہ واقع ہو گیا ہے۔ اور اس سے بڑا کون سا رخنہ ہوگا کہ صد ہا احادیث صحیحہ، غیر منسوخہ کا انکار علی الاعلان بالتصریح ہو رہا ہے۔ ان ہی کی بدولت، اگر انکی پابندی نہ ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی دیکھو کہ حدیث اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیرکع رکعتین والیتجوز فیہما یعنی جب کوئی مسجد میں جمعہ کے دن آوے اس حال میں کہ امام خطبہ کہہ رہا ہو اس کو چاہئے کہ دو رکعتیں ہلکی پڑھ لے۔ بخاری و مسلم میں یہ موجود ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۳ ج ۲ میں

فرماتے ہیں لا تغتر فی هذه المسئلة بما یلہج بہ اهل بلدک فان الحدیث صحیح واجب اتباعہ یعنی اس مسئلہ میں تو اپنے شہر والوں کا کہنا نہ سنیو اس لئے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کی تابعداری کرنا واجب ہے۔ نیز فتاویٰ مطالب المؤمنین میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی اس حدیث کی صحت کو احناف بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ ہدایہ و قایہ میں منع لکھا ہے لہذا اس حدیث پر

کوئی عمل نہیں کرتا، اسی تقلید کا یہ معجزہ ہے۔

اپنے مذہب کے بنانے کے واسطے تو کیسی کیسی تاویلیں کیں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت ﷺ نے خطبہ سلیمک غطفانی کے لئے موقوف کر لیا تھا۔ اس کو ابن نجیم نے رد کیا اور کہا کہ امام صاحب کے قواعد کے محض یہ تاویل خلاف ہے۔ ان کا انصاف تو دیکھو کہ اس صحیح، صریح، مرفوع سند، غیر منقطع حدیث کے مقابل عدم جواز پر حدیث اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام جو کہ موقوف غیر مرفوع ہے دلیل لائے۔ اس حدیث کو بحر الرائق میں موقوف قرار دیا ہے۔ کیسی بے انصافی کہ مذہب بنانے کے واسطے موقوف حدیث جو بالتصريح عدم جواز وقت مخصوص پر بھی نہیں لا کر ٹکرا رہے ہیں۔ ذرا اتنا تو کہو کہ کہیں موقوف بھی مرفوع کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس جگہ تو وہ اصول کے قواعد کو بھی طاق نسیان میں ترک کر کے رکھا ہے کہ موقوف مرفوع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ علاوہ ازیں اذا خرج الامام الخ میں اختلاف ہے۔ خود امام صاحب وان کے تلامذہ میں کوئی کہتا ہے جس وقت امام نکلے اسی وقت سے منع ہے۔ کوئی کہتا ہے نہیں بلکہ جب امام منبر پر چڑھے تو۔ ان ہی میں یہ جھگڑا طے نہ ہوا تو پھر دوسروں پر حجت پڑنا عین بے انصافی ہے۔ صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے حیانتہ آئی۔

ارے میرے پیارے دوستو! اگر مجھ سے دریافت کرو تو میں آپ سے مدلل بیان کر دیتا ہوں کہ یہ مسئلہ امام صاحب کا نہیں ہے بلکہ مروانیوں کا ہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ مجز مقلدین کے دوسروں میں اپنا پتا نہیں لگے گا چونکہ وہ اندھا دھن تسلیم کرتے ہیں اور ان کو تو کسی طرح یہ مسئلہ دنیا میں مشہور ہی کرنا تھا پس حنفیہ میں مدسوس کر کے مروج کر دیا۔

دیکھو ترمذی شریف اس میں ہے کہ ابو سعید خدریؓ جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے۔ مروان خطبہ کہہ رہا تھا۔ یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ مروان کے چوکیدار سپاہی آ کر بیٹھانے لگے اور منع کرنے لگے۔ ابو سعید خدریؓ نے ان کا نہ مانا جتنے کہ نماز ادا کر ہی لی۔ جب نماز پڑھ چکے تو ہم نے کہا خدا نے تم پر بڑا رحم کیا ان کا تو تمہیں مارنے کا ارادہ تھا۔ ابو سعیدؓ کہنے لگے کہ جو میں نے حضرت ﷺ کا حکم دیکھا تھا وہ چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ و دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صاف

کہہ رہی ہو یکہ اول مروان ہی منع کرتا تھا۔ چونکہ مروان امام صاحب سے قبل ہی مرچکا تھا یہ واقعہ بھی امام صاحب کے پہلے کا ہے۔ امام صاحب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور مروان ۶۱۵ھ میں مرچکا تھا۔ اس وقت تو امام صاحب کا پتہ نشان بھی نہ تھا۔ اس کی وفات کے ۱۵ سال بعد امام صاحب کا دنیا میں ظہور ہوا۔ یاروں نے امام صاحب کو بدنام کر دیا۔ اور لیجئے کہ ابن نجیم نے بحر میں امام صاحب کا مطلق عدم جواز کا اول سے آخر تک نقل کیا ہے۔ فقہاء نے کہا اگر منبر پر چڑھنے سے پہلے کسی نے نماز شروع کر دی ہے تو وہ دور کعت پوری کر لے۔ کسی نے کہا چار پڑھ لے۔ یہ استثناء کیسی شاید شروع عمل سے وجوب ہو جاتا ہو جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے۔ مگر پھر بھی بعض فقہاء نے نہ مانا اور کہہ دیا منقطع کر والے۔

یہ تو آپس کے جھگڑے ہیں صحابہ کرام سے کوئی یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے خود کسی آنے والے کو منع کیا ہو۔ اگر طحاوی وغیرہ جیسے نقل کر بھی دیں تو وہ پھر بھی بالتصریح دلالت نہیں۔ اس میں نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ امتناع ان لوگوں کے حق میں ہو کہ جو پہلے سے آکر بیٹھا رہے، اذان ثانی کی راہ دیکھتا رہے جب اذان ہو پڑھنے لگے۔ چنانچہ اس وقت گجرات وغیرہ کے احناف کا یہ دستور ہے کہ جب پہلی اذان سنیں اس وقت وہ سنتیں پڑھتے ہیں اس سے پہلے کہف وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں۔ اور پہلے تو وہی ایک اذان ہوتی تھی شاید ان ہی کی روش اختیار کر کے اول اذان سے علاقہ لگا دیا۔ انہیں بھی صحابہ منع کرتے تھے مگر وہ باز نہیں آتے تھے۔ ابن المذہب وغیرہ نے صاف انکار کیا ہے کہ صحابہ سے منع ثابت نہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے طحاوی کا ترکیب کی جواب دیدیا ہے۔ تم اتنا ہی کرو کہ صحابہ سے ثبوت لا دو کہ انہوں نے خطبہ کی حالت میں داخل ہونے والے کو منع کیا ہو۔ یہ بیچارے مساکین کہاں سے لاویں گے۔ اس مسئلہ کو محرم طور نے اختلاف میں ثبت کیا ہے۔ مراجعت فرمادیں۔

ہم ذرا دیر کیلئے صحابہ کا منع کرنا تسلیم بھی کر لیں تب بھی تمہارے لئے حجت نہیں اس لئے کہ فتح القدیر کتاب الجمعة میں ہے ص ۲۲۲ ج ۱ قول الصحابی حجة فيجب تقليده مالم ينفه من السنة یعنی صحابہ کا قول اسی وقت حجت و واجب التقليد ہوتا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اختلاف یعنی مراد زہرۃ ریاض الاربار۔ ابن المؤلف۔

سنت سے مخالف نہ ہو۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ مخالف ہے یا موافق پھر احتجاج پکڑئے۔ صاحب فتح القدیر نے تو اذا خرج الامام الخ کو زہری ہی کا کلام قرار دیا ہے جو صحابہ سے بھی ایک درجہ نیچے، ہم نے تو صحابہ ہی کو لے کر گفتگو کی ہے۔

آپ جانیں آپ کا دین ایمان جانے اس طرح امام کے پیچھے الحمد کے پڑھنے سے منع کرنا بھی حضرت کے صحیح صریح حدیث سے مخالف بلکہ کسی صحابہ سے بھی الحمد باختصاص پڑھنے سے منع کرنا ثابت نہیں۔ قراءۃ الامام قراءۃ لہ بالاتفاق محدثین ضعیف بلکہ کلام جابر وغیرہ کہا جاوے تو بجا ہے۔ بھلا انصاف تو کیجئے صریح صحیح حدیث کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنوی تعلیق وغیرہ میں صریح تحریر کر رہے ہیں کہ حضرت ﷺ سے منع ثابت نہیں۔ صحیح طریق سے اور ضعیف سے اور اقوال صحابہ مرفوع سے معارض نہیں ہو سکتے۔ معارضہ کے لئے تساوی شرط ہے۔

علیٰ ہذا القیاس رفع الیدین کو بھی لیجئے مگر چونکہ ہدایہ وقایہ والوں نے منع لکھا ہے لہذا آپ انہیں کیسی ہی صحیح حدیث کو بتاؤ گے لایومنون کا مصداق ظاہر کریں گے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں پوچھتا کہ آیا حدیث کو مانیں یا ہدایہ کی سنیں کیا کریں۔ مگر یہ کہاں سے سوچھے، آنکھوں پر اندھی تقلید کے پٹے چڑھے ہوئے ہیں۔ آمین وغیرہ کو بھی اسی پر خیال کر لو۔ اگر تم انصاف سے مقابلہ کر لو گے تو بخوبی ظاہر ہو جاوے گا کہ انہوں نے اصول وغیرہ کو بھی بالائے طاق رکھا ہوا ہے۔

میں تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ اس قدر جانفشانی تم ایک امتی آدمی کی خاطر کیوں کر رہے ہو۔ اُس کی باتوں کے بنانے کے واسطے احادیث صحیحہ صریحہ کو کیوں رد کرتے ہو۔ خداوند کریم کو کیا جواب دو گے۔ وہاں زید عمرو سے سوال نہ ہوگا۔ اگر ہوگا تو یہی ہوگا کہ تم نے ہمارے نبی ﷺ کی باتیں مانی تھیں یا نہیں۔ تم کیا کہو گے امام صاحب کی مانی تھی۔ پھر تمہارا کیا حال ہوگا انصافاً کہو۔ کیا ہدایہ، درمختار وغیرہ میں جو ہے وہ حضرت ہی سے ثابت ہے یا اس کی خداوند کریم سے پروا لگی لے لی ہے۔

میرے پیارو! شیطانیات فقہاء کو کتاب و سنت پر پیش کرو اور جو موافق ہو تسلیم کرو اور جو مخالف ہو رد کرو۔ شاہ صاحب کے وصیت نامہ کی پہلی وصیت کا مطالعہ کرو کچھ حقیقت معلوم ہو۔

چند مسائل بطور نمونہ مشتمل خروارے آپ کو دکھاتا ہوں ان کا وان کی مثال کا مقابلہ کر کے دیکھو کہاں تک برابر اترتے ہیں اور وہ حدیثیں کہاں ہیں ان کا پتہ لگاؤ، بعد پتہ لگانے کے ہم کو بھی ذرا مہربانی کر کے اطلاع دینا۔

(۱) در مختار ص ۲۵ باب المیاء کے اخیر میں ہے کہ کتے کے چمڑے کی جائے نماز، ڈول بنانا درست ہے۔ قاضیاں ص ۱۱ فصل نجاست میں ہے کہ امام ناطقی نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ کتے، بھیڑیے مذبح کے چمڑے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

(۲) شامی ص ۱۷۲ ج ۱ قہستانی سے لکھتے ہیں کہ چوپایہ میت کے ساتھ وطی کرنے سے وضو نہیں جاتا بلا انزال ہوئے اور غسل بھی لازم نہیں آتا۔ معراج الدراية شرح ہدایہ ص ۳۰۵ ج ۲ میں ہے کہ بہیمہ کے فرج میں داخل کرنا ایسا ہے کالایلاج فی الکوز ولہذا لایجب الغسل ولا تنقص الطہارة بنفس الإیلاج بدون الانزال جیسالوٹے میں داخل کرنا ہے۔ لہذا غسل لازم نہیں آتا اور بلا انزال مجرد دخول سے طہارت نہیں ٹوٹی۔

(۳) نہایہ شرح ہدایہ میں محیط سے ہے لو اتی امرأة وہ بکر فلا غسل علیہ مالم ینزل۔ فتح القدیر ص ۲۶ میں ہے لوجومعت البکر لا غسل علیہا عورت سے وطی کرے اور جو بکر ہی رہے تو بلا انزال غسل لازم نہیں آتا۔

(۴) در مختار ص ۲۸۶ و کنز مع شرح عینی ص ۱۶۸ معراج الدراية ص ۳۰۵ میں ہے کہ زنا کے لئے مزدوری مقرر کی ہوئے سے زنا کرنے سے امام صاحب کے نزدیک حد نہیں آتی۔

(۵) ہدایہ ص ۵۹۳ ج ۲ جو آدمی محرمات ابدیہ مثل ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے وطی کرے تو حد نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مسائل کتب فقہ میں ہیں کذا فی الفتح۔

(۶) بحر الرائق ص ۷ میں تجنیس سے منقول ہے کہ اگر آدمی اپنے کتے کا گوشت ذبح کر کے فروخت کرے تو جائز ہے۔

علاوہ ازیں اسی طرح اور بھی بہت سے مسائل کتب فقہ میں مسطور ہیں کہاں تک تحریر کئے جاویں

ملاحظہ ہوں۔ ہم کو تو لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے قلم لرز جاتا ہے۔ خفا ہونے کی کچھ بات نہیں۔ تقصیر معاف، یہ میں اپنی طرف سے تم کو الزام نہیں دے رہا ہوں۔ یہ تو تمہارے خاص الخاص معتمد کتابوں کے نمونے ہیں جن کو علماء نابکار چھپائے ہوئے ہیں۔ اگر ظاہر کریں تو روٹی موقوف ہو جائے، اپنے مذہب کی قلعی کھل جاوے۔ مجھ کو بھی یہ ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ جس وقت محرر سطور نے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کی صحیح صریح حدیث بیان کی، بذریعہ اشتہار ظاہر کیس تو حنفیہ نے اس پر تعجب و انکار وارد کیا۔ تم کو حدیثوں پر تعجب و رد کرنا گوارا معلوم ہوتا ہے یہ تمہاری کتابوں کے خاص الخاص مسئلوں پر تعجب نہیں آتا۔ تمہاری شرمیں کہاں چلی گئیں۔ کیا حضرت ﷺ ہی کی باتوں پر تعجب و رد کرنے کو ملتا ہے قل ابا للہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستہزون انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تم اپنی ہی کتابوں کے مسئلوں پر راضی رہو اور بے کھٹکے عمل کرو اور اگر التماس ہو تو اور بھی آپ لوگوں کی خدمت میں مہیا کر دے جاویں گے مگر پہلے ان پر عمل کر لو۔ تم کو جب حضرت ﷺ کی حدیثوں کے رد کرنے میں شرم و حیا نہیں آتی تو ایک اُمتی کی کہانیوں کے رد کرنے میں کیا ڈر ہے۔ آگ کو کیوں چھیڑو کہ جس سے ہاتھ جلے۔

اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا ایسے مسئلے امام صاحب جیسے بزرگ بھی بیان کر سکتے ہیں۔ تم کو ان کی طرف لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی اور پھر کوئی دل میں کھٹکا بھی نہیں گذرتا۔ کیا امام صاحب اسی کے لائق تھے جیسے تم سمجھ رہے ہو۔ ہماری سمجھ میں ہرگز ہرگز یہ بات نہیں آتی۔ یہ تم ہی جیسے ناخلفوں نے ان کا نام بدنام کیا ہے۔ مہربانی کر کے ان مسائل کو امام تک تو مسند کر کے دو حدیثوں سے نکالنا تو پھر ہم طلب کریں گے۔ تمہاری ان لافزنیوں کا کیا اعتماد، یہ تمہاری اندھی تقلید کا ثمر ہے کہ اپنا عیب بھی نہیں دیکھنے دیتے۔

دیکھو ایسے مسئلوں کو دیکھ کر روافض نے اسلام پر کیسی چوٹ کی ہے۔ آنکھیں کھول کر رشق النبال فی اصحاب الصلال کو ص ۱۷۲ سے آخر تک دیکھو، نیز منہاج الکرامۃ کو کہ جس کے رد میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج لکھی ہے ملاحظہ کریں، آنکھیں کھل جاویں گی۔ اس تقلید نے بڑے بڑے کرشمہ

دکھائے، صدہا احادیث صحیحہ میں افتومنون ببعض الكتاب وتکفرون ببعض کا مصداق بنا دیا۔ مشت از خروار سے نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) ہدایہ والے نے ربع سرکی دلیل حدیث مغیرہ سے پکڑی جس کو بایں الفاظ نقل کیا ان النبی ﷺ اتی سباطة قوم فبال قائما وتوضاء ومسح علی ناصيته وخفيه - اولایہ حدیث بایں الفاظ و بایں ہیات کذا یہ کسی کتاب میں نہیں۔ یہ دو حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ قطعہ اخیرہ میں بعد ناصیۃ کے علی العمائم بھی اسی حدیث میں موجود ہے۔ مذہب کے بنانے کے واسطے کیسا کاٹ پھانس کیا ہے مگر پھر بھی عیب باقی رہا کہ بعض پر ایمان بعض کا انکار پکڑے گا۔ مسح اسی حدیث میں موجود ہے مگر چونکہ فقہ کے خلاف ہے لہذا اصل حدیث ہی سے اڑا دیا۔ کیا اس اڑانے سے اڑ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں آپ کی چوریاں پکڑنے کے واسطے کتب حدیث موجود ہیں۔

(۲) امام کے لئے منبر پر امر بالمعروف کرنے کی حدیث سلیک غطفانی سے (کہ جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے فلاں تو نے جلوس سے پہلے نماز پڑھی۔ کہا نہیں۔ فرمایا دو رکعتیں پڑھ) سے دلیل پکڑے۔ چنانچہ مطالب المؤمنین بحر الرائق وغیرہ میں مسطور ہے اور جو اصل مسئلہ پر دلالت کرتی تھی ترک کر دیا چونکہ مذہب کے خلاف واقع ہوتی ہے فقط اتنا حکم نکال لیا۔

(۳) ابو حمید ساعدی کی حدیث سے عدم جلسہ استراحت پر استدلال کیا اور کہا کہ اس میں مذکور نہیں اور جو اس میں رفع الیدین کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا۔

(۴) تحریمہ فرض ہے یعنی شرح کنز میں تحریر کرتے ہیں یعنی تکبیر افتتاح پھر اس کا خلاف کیا کہ ما سوائے اللہ اکبر کے افتتاح کریں تو درست ہے۔ شامی وغیرہ میں ہے اگر تکبیر افتتاح نہ بھی کہے تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

(۵) سلام پھیرنا واجب قرار دیا ہے حدیث تحلیلہا التسليم و تحریمہا التکبیر وغیرہ سے دلیل پکڑی پھر اس کا خلاف کیا کہ اگر عمداً گوز مار دے یا کوئی عمل متنافی نماز بجالا دے تو نماز ہو جاوے گی ہدایہ میں دیکھو۔

(۶) محرم کے منہ ڈھانکنے کو منع کرتے ہیں بدلیل حدیث اس شخص کے کہ جس کو احرام کی حالت میں اُس کی اونٹنی نے گرا دیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سرو منہ کو نہ ڈھانکو کہ وہ قیامت کے دن لبیک پکارتا اُٹھے گا۔ پھر اس کا خلاف کیا اور کہنے لگے اگر محرم مر جاوے تو اس کا سرو منہ ڈھکنا جائز ہے۔

(۷) پانی مستعمل سے وضو نہ کرنے پر دلیل بقول نبی ﷺ اے بنی عبدالمطلب اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا تمہارے لئے میل کچیل لوگوں کے ہاتھوں کا یعنی زکوٰۃ۔ پھر اس کا خلاف بھی کرتے دیر نہ لگی۔ کہنے لگے بنی عبدالمطلب پر زکوٰۃ حرام نہیں۔

(۸) کتے کے نجس و اُس کے جھوٹے کے نجس ہونے پر دلیل بقول نبی ﷺ جبکہ کتابرتن میں منہ ڈال جاوے تو اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو۔ پھر بعد خلاف پر کمر بستہ ہو گئے کہنے لگے تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا۔

(۹) نجاست مغلظہ وغیرہ میں قدر درہم سے تفریق کی بے پایہ کی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر کہنے لگے اگر نجاست غلیظہ برابر درہم کے ہو، نماز فاسد نہ ہوگی و اعادہ نہ کرنا پڑے گا۔

(۱۰) اپنے لڑکے کی لوٹدی یا ام ولد سے زنا کرنے سے حد کے باطل کرنے پر دلیل حدیث انت و مالک لا بیک یعنی تو اور تیرا مال بھی تیرے باپ کے لئے ہے، سے لی اور پھر فوراً اُس کا خلاف کر بیٹھے۔ کہنے لگے باپ کا بیٹے کے مال میں کچھ حق نہیں ہے کہ مسواک بھی نہیں لے سکتا۔

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں تلك عشرہ کاملہ کافی دانی ہیں عبرت کے لئے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اس امر پر تم کو اسی تقلید ہی نے جبر کیا ہے۔ اگر تقلید کا کچھ دخل نہ ہوتا تو ان احادیث کے کل مضامین پر ایمان لاتے۔ اگر صحیح نہ ہوتے تو بالکل یہی ترک کر دیتے۔ یہ کیا کہ اپنے مذہب کے لئے تو دلیل پکڑنے کو صحیح ہو اور جو نفس مطلب حدیث کا بالا جماع ثابت ہو ترک کیا جاوے۔ اگر یہ حدیثیں و امثال آں منسوخ ہیں تو پھر یہ استدلال کیا اور اگر منسوخ نہیں تو ان کو ترک کرنا کیسا۔

جس حدیث کو دیکھا کہ یہ امام صاحب کے خلاف ہے کہہ دیا کہ خبر آحاد سے زیادتی کتاب اللہ پر

جائز نہیں چونکہ زیادتی نسخ ہے اور جس جگہ دیکھا کہ امام صاحب کا مذہب بناتا ہے اس جگہ نہ زیادتی نظر آتی ہے نہ اور کچھ، پھر وہ زیادتی بھی درست ہو جاتی ہے۔ اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ خبر آحاد ذات اصل ہو یا بے اصل اپنے قواعد کو بھی بالائے طاق رکھ دیں گے۔

انصافاً سنئے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں ثابت ہے کہ جب باکرہ سے نکاح کیا جاوے تو اس کے پاس سات دن رہے اور اگر شیبہ سے نکاح کرے تو تین دن۔ بعد ازیں سب میں برابری کرے جس کو فقہائے احناف کہتے ہیں کہ یہ زیادتی ہے کتاب اللہ پر اور یہ درست نہیں اور خود انہوں نے اول مہر دس درہم مقرر کیا اس کو زیادتی علی الکتاب نہیں سمجھا۔

ظفر الامانی فی شرح مختصر البحر جانی ص ۹۲ میں علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں، میرے نزدیک یہ حدیث قسم ثانی سے ہے۔ اس لئے کہ کل رواۃ اس کے انتہی درجہ کی ضعیف اور بعضے ہتم بالکذب اور وضع ہیں۔ لہذا یہ ضعف سے حسن کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اسکے متعدد طرق ہوں۔ اس لئے امام احمد نے فرمایا، میں نے ابن عیینہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے اس حدیث کی ہم نے کوئی اصل نہیں پائی۔ اس حدیث سے زیادتی کتاب اللہ پر جائز نہیں۔ بالجملة ہمارے اصحاب تقدیر مہر عشر درہم پر کوئی معتبر دلیل نہیں لاسکے۔ یہ بات اگرچہ حنفیہ کے مخالف ہے لیکن یہی قول فیصل ہے انتہی ملخصاً فلیراجع الی الاصل۔ ایک تو وہ حدیث تھی کہ جس کو صحیح بخاری و مسلم نے تخریج کی تھی مگر اس کو زیادتی قرار دے کر رد کر دیا اور ایک یہ حدیث کہ جو لائق احتجاج بھی نہیں صحت تو درکنار کسی معتمد (اعتماد کرنے والے) نے حسن تک کا اقرار نہ کیا، اس سے کتاب اللہ پر بے تحاشہ زیادتی کری۔ اس جگہ زیادتی طاق نسیان میں غائب ہو گئی۔ نیز حدیث جو شخص کہ اونٹ کا گوشت کھاوے وہ وضو اعادہ کرے، زیادتی کتاب اللہ پر سمجھ کر رد کر دیا حالانکہ اس حدیث کے صحت میں کچھ کلام نہیں اور تم نے فقہہ سے وضو اعادہ کرنا واجب کر لیا۔ ایسی حدیث سے کہ جس کی صحت پر اتفاق ائمہ اہل ہذا الشان نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قس وغیرہ سے مگر اس وقت زیادتی نہ نظر آئی و امثل ذلك کثیرہ۔ گویا ایک حجاب قرار دے رکھا ہے احادیث نبویہ ﷺ کے رد کرنے کے واسطے، جس وقت اپنی ذات پر آپڑتی ہے طاق نسیان میں رکھ کر

چل بستے ہیں۔

ایک قانون یہ بھی مقرر کر رکھا ہے کہ جس کو بے اصل حدیث سے معتقد کیا کہ خبر واحد شیخ معارضہ کتاب اللہ کے رد کردی جاتی ہے بدلیل حدیث تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روى من حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوه وما خالف فربوه چنانچہ اصول شاشی و توضیح و تلوح و نور الانوار میں مسطور ہے۔ یہ ان کی ایک عجب گپ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ اس جگہ مطلقاً آپ کی اتباع فرض ثابت ہو رہی ہے۔ اولاً اس بے اصل حدیث کی رو سے خود بخود اسی حدیث کا بطلان لازم آ رہا ہے کہ یہ خود کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ اگر غایت درجہ میں اس حدیث کو تم تسلیم بھی کر لو تو پھر بھی خبر احادیث ثابت ہوگی۔ حالانکہ آحاد سے زیادتی جائز نہیں۔

واہ آئے تھے اوروں کو بنانے کے لئے خود ہی بن گئے

صاحب کشف بزوری لکھتا ہے لا یکاد یصح لان هذا الحديث مخالف لکتاب اللہ لقد کان فی الکتاب فرضیۃ اتباعه مطلقاً وفی هذا الحديث فرضیۃ اتباعه مقیداً۔ توضیح تلوح میں ہے کہ وقد طعن فیہ المحدثون ثم ذکر الطعن وقال وذكر یحی بن معین انه وضعته الزنادقة وزاد فی المعدن وهو اعلم هذه الامة فی علم الحديث۔ آگے سنئے توضیح تلوح والا کہتا ہے وایراد البخاری فی صحیحہ لا ینافی الانقطاع او کون احد رواه غیر معروف بروایۃ۔ معدن والا کہتا ہے قیل ان الامام محمد بن اسمعیل البخاری او رد هذا الحديث فی کتابه وهو الامام هذ الصفة فکفه به دلیلا علی صحته ولم یلتفت الی طعن غیره بعده۔ یہ تو اس عبارت سے ان مقلدین کی علم حدیث کا ناواقفی ہونا صریح ظاہر ہو رہا ہے۔ ہر ادنیٰ ماہر اس فن کا معلوم کر سکتا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہاں تک صحیح ہے۔ امام بخاری کی کتاب پر طعن تو علیحدہ رہا پہلے یہی ثابت کر دیتے کہ واقعی اس میں تخریج ہی کیا ہے۔ پھر اصل کتاب پر طعن کرتے مگر

اندھی تقلید نے قعر ضلالت میں بے راہ کر کے دکھائی دیا۔ کسی نے سچ کہا کہ التقليد هو عين اضاءة قوة العقل والله در الزمحرى فانه قال فى اطراق الذهب ان كان للضلالة ام فالتقليد امه۔

اصل بات یہی ہے جس طرح سے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے انصاف ص ۷۵ میں لکھتے ہیں انقرض المجتهد المطلق المتسبب فى مذهب الامام ابى حنيفة بعد المائة الرابعة وذلك لانه لا يكون الا محدثاً جهبذاً واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديماً وحديثاً وانما كان فيه المجتهدون فى المذهب يعنى مجتهد متسبب امام اعظم کے مذہب میں چوتھی صدی کے بعد سے تمام ہو چکے اس لئے کہ مجتہد متسبب بجز محدث جلیل عظیم الشان کے دوسرا نہیں ہو سکتا اور ان کا شغل علم حدیث کے ساتھ تھوڑا رہا اصل میں فقط مجتہد فی المذہب ہوتے رہے۔ مثل ہے کہ تیلی کا بیل دائرہ سے خارج نہیں ہو سکتا کہ جس سے اس کا رتبہ بڑھے۔ اگر بڑھتے تو قدر بڑھا سکتے تھے مگر اپنی قدر کو انہوں نے خود بخود ہی گھٹا دی اور بزدل ہو کر تیلی کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں رہ گئے۔ مثل ہے کہ کھڈے کی مینڈ کی کو وہی بحر محیط نظر آتا ہے۔ اسی قدر مقلدین دائرہ تقلید میں پھنس کر اسی کو بحر سمجھ رہے ہیں اور جو اس دائرہ سے علیحدہ ہے ان کو سچ سمجھ رہے ہیں بلکہ یہ خود اپنی اصلیت کو بھولے ہوئے ہیں۔ ارے تمہاری تو وہ شان تھی کہ اگر مجتہد کے مجتہد بننے تو بن سکتے تھے۔

ایسی بات ہوگئی کہ ایک شیر کے بچے کو چرواہے نے پکڑ لیا۔ بکریوں کے دودھ سے پال کر بڑا کیا۔ وہ ہمیشہ بکریوں کے ہمراہ رہتا چرا کرتا تھا۔ ایک روز کہیں اتفاقاً وہ رہ گیا، شیروں نے آگھیر لیا۔ کہنے لگے تم تو ہماری ذات سے ہو۔ کہا نہیں میں تو بکری کا بچہ ہوں۔ شیروں نے کہا تم شیر کے بچے ہو ذرا کو د پھاند تو کرو۔ ڈرتے ڈرتے کیا۔ دل کھل گیا، اس کو یقین ہو گیا کہ ان کا کہنا صحیح ہے۔ پھر جو نکلے کہاں ہاتھ آتے ہیں۔ اب تو خود شکار کرنے لگ گئے۔

تم بھی اپنی ہمت کو پست نہ کرو کتاب و سنت کے سمجھنے میں کوشش بلغ رکھو اور اپنی عقلوں کو کتاب و سنت کے چراغ سے روشنی عطا کرو اور ظلمت، تاریکی کے خندقوں سے باہر نکلو تا حق ناحق سے متمیز ہو۔

نیز احادیث کے رد کرنے کا ایک قاعدہ یہ بھی رکھا ہے کہ حدیث صحابی غیر معروف بالفقاہت ہو، مثل انس بن مالکؓ والی ہریرۃؓ وعقبہ بن عامرؓ کے اگر ان کی روایتیں جمع اقصیہ کے مخالف ہوں تو نہ قبول کی جاویں گی۔ چنانچہ توضیح وتلویح ص ۳۰۵، نور الانوار ص ۱۴، اصول شاشی ص ۸۲ وحامی وغیرہ میں مسطور ہے۔ اولاً یہ مذہب امام اعظم علیہ الرحمہ کا اصلاً نہ تھا۔ امام شعرانی ص ۱۷ میں لکھتے ہیں امام صاحب سے نقلاً عن ابی جعفر الشیراز ماری بسندہ المتصل الیہ انہ کان یقول کذب واللہ وافتری علینا من یقول اننا نقدم القیاس علی النص وهل یحتاج بعد النص الی القیاس۔ ثانیاً چلی علی التوضیح والتلویح ص ۳۰۸ باب القیہ ص ۳۰۴ میں ہے لا نسلم ان ابا ہریرۃ لم یکن فقیہا بل کان ولم یعدم سببا من اسباب الاجتهاد وقد کان یقنی فی ذمن الصحابة وما کان یفتی فی ذلك الزمان الا مجتهد الخ۔ علامہ لکھنوی ظفر الامانی فی شرح مقدمۃ البحر جانی ص ۳۱۴ میں لکھتے ہیں (وقد انکر هذا القول من اصحابنا ایضاً۔ ابن الہمام فی کتابہ تحریر الاصول) علامہ بحر العلوم شرح مسلم النبوت ص ۳۳۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں فان ابا ہریرۃ فقیہ مجتہد لاشک فی فقاہتہ الخ۔

یہ مذہب عیسیٰ بن ابان کا تھا متاخرین نے تسلیم کر لیا تھا چنانچہ نور الانوار، حجتہ اللہ البالغہ، ظفر الامانی میں ہے حیوۃ الحیوان علامہ دمیری رحلہ ابن الصلاح وتاریخ ابن نجار سے ذکر حبیہ میں نقل کیا ہے کہ قاضی ابو الطیب نے کہا کہ ہم حلقۃ القراء میں جامع منصور میں تھے ایک جوان خراسانی آیا اور وہ مسئلہ مصراۃ سے دریافت کرتا تھا اور اس پر دلیل تلاش کرتا تھا۔ دلیل پکڑنے والے نے حدیث ابی ہریرۃؓ پیش کی جو کہ صحیحین وغیرہ میں ہے، کہا جوان نے اور وہ حنفی تھا ابو ہریرۃؓ غیر مقبول الحدیث ہے۔ کہا قاضی نے کہ تمام کر چکا کلام حتی کہ گر پڑا جامع مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ پس لوگ بھاگ گئے اور وہ اسی جوان کے درپے ہوا۔ لوگوں نے کہا تو بہ کر تو بہ۔ پس کہا، میں نے توبہ کی۔ پس غائب ہو گیا وہ سانپ۔ ابن صلاح نے کہا اس کی اسناد ثابت ہے ابو الحسین کندی کی سند سے تاعمر بن حبیب۔

نقل کیا اسے کہا حاضر ہوا میں ہارون رشید کی مجلس میں پس تذکرہ ہوا مسئلہ مصراۃ کا لوگوں میں

تنازع واقع ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں۔ بعض نے حدیث ابو ہریرہؓ سے دلیل پکڑی بعض نے اس حدیث کو اس طور سے رد کر دیا کہ ابو ہریرہؓ مہتمم بالروایۃ ہے، اسی پر رشید بھی چلے اور اس کی بات کی تائید کی۔ میں نے کہا حدیث صحیح ہے ابو ہریرہؓ صحیح النسخ ہیں۔ رشید نے میری طرف گہری نظر سے دیکھا۔

میں مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ میں بیٹھا نہیں کہ کو تو ال دروازہ پر حاضر ہے۔ میرے پاس آیا کہا، امیر المومنین بلا تے ہیں چلو قتل کریں گے تم کو۔ میں نے کہا، اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی ﷺ کے اصحاب سے دفع کیا ہے اور جلالت دی تیرے نبی ﷺ کو کہ اس کے اصحاب پر طعن کیا جاوے، اے رب تو اس سے مجھ کو بچائیو۔ میں رشید کے پاس داخل کیا گیا وہ سونے کی کرسی پر استین چڑھائے ہاتھ میں تلوار لئے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے چڑے کا دسترخوان تھا جب اس نے مجھے دیکھا کہا، اے ابن حبیب جس طرح تو نے میری بات کو رد کیا کسی نے نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین جس بات کو آپ نے اختیار کیا تھا اس میں حضرت ﷺ و شریعت کی حقارت تھی۔ اس نے کہا یہ کس طرح، ہلا کی ہو تجھ پر۔ میں نے کہا اس لئے کہ جب اصحاب رسول کذاب ہوں تو شریعت باطل ہو جاوے گی۔ فرائض، احکام، نماز، روزہ، حج، نکاح، طلاق، حدود سب کے سب مردود ہو جاویں گے اس لئے کہ وہی تو انکے راوی ہیں۔ انکے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ رشید نے دل میں خیال کیا اور کہا کہ اب اے ابن حبیب مجھ کو تو نے زندہ کیا۔ خدا تجھ کو بھی زندہ کرے اور مجھ کو دس ہزار درہم دلوادے۔

رابعاً حدیث کے رد کرنے کے واسطے ایک قیاس مقرر کیا ہے جس کو اصل رابع الحج شرعیہ سے تعبیر کی جاتی ہے ان مقلدین نے اس کو ایک جداگانہ مستند دلیل قرار دے رکھی ہے۔ حالانکہ قیاس خود کسی طرح مستقل حجت شرعی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں حج شرعیہ دو ہی ہیں کتاب و سنت چونکہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے لقد ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعد ہما کتاب اللہ و سنتی کما رواہ مالک والدارقطنی والحاکم من حدیث ابی ہریرہؓ۔

باقی دو اصول اجماع و قیاس یہ مستقل شرعی دلائل نہیں عدم وجود کتاب و سنت اجرا کر سکتا ہے حتیٰ کہ کسی نص پر واقف ہو بعد و قوف مردود ہے۔ قیاس و اجماع دو طرح ہیں ایک مقبول ثانی مردود۔ مقبول

وہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو گیا ہو والا وہ مردود نامقبول ہے۔ اصول شاشی وغیرہ میں ہے کہ قیاس مقابلہ نص مقبول نہیں۔ نور الانوار ص ۴۲ میں ہے کہ هو القیاس المستنبط من هذه الاصول الثلاثة ثلاثہ کی تشریح بایں وجہ کی کتاب والسنة و اجماع الامۃ پھر ص ۵ میں فرماتے ہیں فما وام كان الحكم موجودا فی واحد من الثلاثة لم يحتج الى القیاس صریح دال ہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے اجماع کا کچھ نہیں چلتا اور تینوں کے ہوتے قیاس کا کچھ نہیں چل سکتا۔ ملل والنحل شہرستانی ص ۳۶ ج ۲ میں ہے کہ اعلم الاصول الاجتهاد واركانه اربعة قعودًا من اثنين الكتاب والسنة۔

سنن داری ص ۳۲ میں شععی سے مروی ہے کہ عمر بن خطابؓ نے شریح کو لکھ بھیجا کہ اگر تیرے پاس کوئی چیز آوے اور اس کا حکم کتاب اللہ میں تو پاوے تو فیصلہ دیجو، آدمیوں کی رائے تجھ کو مانع نہ ہو۔ پھر اگر آوے وہ جو کتاب اللہ و احادیث میں نہیں ہے تو پھر تو دیکھو سنت رسول اللہ ﷺ میں اگر پاوے تو فیصلہ دیجو اور اگر آوے کوئی مسئلہ اور وہ کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو تو صحابہ کے اجماع کو دیکھو اور اس کو پکڑ لو۔ اور اگر آوے تیرے پاس کوئی مسئلہ اور نہ ہو وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں اور نہ صحابہ نے کلام کیا ہو اس میں تو اختیار کچھ دو امروں میں سے جو تو چاہے۔ اگر چاہے تو اجتہاد کچھ اور آگے قدم بڑھائیو والا پیچھے ہٹیو اور میں اسی کو بہتر جانتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ص ۳۳ و ص ۳۴ میں منقول ہے، جس کسی کے پاس فیصلہ آوے اس کو چاہئے کہ کتاب اللہ سے فیصلہ دے اور اگر نہ ہو تو حضرت ﷺ کے فیصلوں سے فیصلہ دے۔ اگر اس میں بھی نہ ہو تو مسلمانوں کے اجماع سے۔ ایک روایت میں ہے صالحین کے فیصلوں سے، ان میں بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کر۔

اسی طرح ابن عباسؓ و ابو بکر صدیقؓ وغیرہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے مگر مقلدین نے تو قیاس کو مستقل ایک شرعی حجت قرار دے کے صدھا احادیث کو خلاف قیاس سمجھ کر رد کر دیا۔ حضرت ﷺ کے کلام کو رد کرتے ہوئے دل نہ لرزایا۔ اگر اس کو احادیث کے رد کے لئے معیار ہی سمجھا ہے تو

ایسے دین و ایمان کو کہ جس نے اس کو معیار برائے رد کلام رسول اکرم ﷺ قرار دلایا ہے ہزار ہزار سلام۔ حدیث مصراۃ بلا ریب صحیح موجود ہے مگر قیاس اس حدیث سے بھی بڑھا دیا کہ حدیث کو ساقط کر دیا۔ پہلے ہی ہم ابوالمظفر سمعانی سے تحریر کر چکے ہیں کہ مقلدین نے دین اسلام کے لئے رائے، قیاس معیار قرار دے کر کہا ہے جو موافق ہو قبول ہے والا مردود۔ اس جگہ بھی واقعی وہی معاملہ درپیش ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ کو مقیاس عقول پر موازنت کی مخالف ہونے کی وجہ سے حدیث ہی کو رد کر دیا۔ الحمد للہ میں اتنا فرق ہے کہ وہ خواطر رائے و قیاس کو احادیث پر موازنت کرتے ہیں اگر برابر اتر آوے تو بسر و چشم قبول ہے والا مردود۔

شیخ الاسلام والمسلمین الامام القطب الربانی سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ فتوح الغیب کے مقالہ ۳۱ میں یہی تعلیم دے رہے ہیں ملاحظہ ہو اذا وجدت فی قلبك بغض شخص اوجبه فاعرض اعماله على الكتاب والسنة وكذلك افعل فيمن تحبه اعرض اعماله على الكتاب والسنة۔ نیز مقالہ ۱۰ میں فرماتے ہیں فاه خل فی الظلمة بالمصباح وهو الحاكم كتاب الله وسنة رسول صلى الله عليه وسلم لا تخرج عنهما فان خطر خاطر او وجه الهام فاعرضهما على الكتاب والسنة نیز مقالہ ۳۶ میں فرماتے ہیں اجعل الكتاب والسنة امامك وانظر فيهما او عمل بهما ولا تغتر بالقال والقيل والهوس قال الله تعالى وما اتاكم الرسول الى ان قال فالسلامة مع الكتاب والسنة والهلادن مع غيرهما۔ ابو حفص عمر بن سالم نيسابوري کو رآبادی فرماتے ہیں چنانچہ علامہ قشیری نے اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے من لم يَزِدْ افعاله واحواله في كل وقت بالكتاب والسنة ولم يتهم خواطره فلا تعدوه في ديوان الرجال۔ محرر بطور نے مع دیگر اقادیل صوفیا اپنے رسالہ وسیلۃ النجات میں درج کیا ہے ان اردت فراجعها۔

اگر قیاس کو مستقل دلیل قرار دیا جائے تو حدیث مسح علی الخفین کو بھی رد کرنا لازم آئے گا کہ یہ صریح مخالف ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لو کان الدین بالرائ لکان اسفل الخف

اولی من المسح من اعلاه کما اخرجه - ارباب السنن -

ابن القیم اعلام ص ۲۲۹ ج ۲ میں فرماتے ہیں، ہم خیال کرتے ہیں کہ جس قدر آدمی قیاس میں زیادہ دخل رکھتا ہو اسی قدر احادیث کی مخالفت میں سخت مشغول ہوگا۔ ہم سوائے رائے، قیاس والوں کے کسی کے پاس احادیث کی مخالفت نہیں دیکھتے۔ ص ۳۰۲ میں ہے ہم نے معلوم کر لیا کہ قیاس دین میں داخل نہیں چونکہ جو چیز احادیث کو چھڑا دے وہ دین کی منافی ہے۔

ص ۳۰۰ میں فرماتے ہیں اگر قیاس ہی ترک کروانے کا سبب نہ ہوتا تو یہ حدیث :

(۱) عرایا (۲) وباری تقسیم کرنے سات دن باکرہ و تین دین شیبہ (۳) وحدیث مسح علی الجوربین (۴) وحدیث وضو لم ابل واحادیث مسح عمامہ (۶) وحدیث دو رکعت خطبہ کی حالت کی (۷) وحدیث نضح بول الغلام الذی لم یاکل الطعام (۸) وحدیث نماز غائبانہ (۹) وحدیث مدفون کی قبر پر نماز پڑھنے کی (۱۰) وحدیث اشعار قربانی کے جانوروں کا (۱۱) وحدیث کلب اسود کی نماز قطع کرنے (۱۲) وحدیث منع چمڑوں درندوں (۱۳) وحدیث و تر واحد (۱۴) وحدیث و تر راحلہ وغیرہ وغیرہ کو کیوں ترک کر دیتے ملخصاً۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے جزیۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۹ میں فرمایا ہے کہ انہوں نے قاعدہ تو مقرر کر لیا کہ غیر فقیہ کی حدیث پر عمل واجب نہیں جس پر حدیث مصراۃ کے ترک کو اختراع کیا۔ جب ان پر حدیث فقہیہ و حدیث عدم فساد صوم بوجہ بھول کر کھالینے کے امر میں وارد ہوئیں تو مشکل ہو گیا جواب دینا اور مثل ان کے اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو تتبع کرنے والے پر مخفی نہیں، اور جو تتبع نہیں کرنے والا ہے اس کے لئے طوالت کرنے میں بھی کچھ حاصل نہیں۔ اور ص ۷ میں فرماتے ہیں ایک جماعت فقہاء نے کہا کہ جائز ہے رد کرنا حدیث کا جو کہ مخالف ہو قیاس کے ہر ایک وجوہات سے، پس یہ بات بہت سی احادیث صحیحہ میں خلل انداز ہوئی جیسے حدیث مصراۃ و قلتین نیز احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رد کرنے کے واسطے حیلہ تخریج کئے جس نے اکثر اساس اسلام کو بدنام کر دیا، ناحق جانوں کا خون کیا۔

امام غزالی احیاء علوم الدین ص ۱۴۱ میں فرماتے ہیں قاضی ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ اپنا مال

زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے آخر سال میں اپنی عورت کو مال ہبہ کر دیتے تھے۔ یہ بات امام صاحب کے پاس گئی۔ انہوں نے کہا یہ اس کی فقاہت ہے۔ سچ کہا اس لئے کہ یہ دنیا کی فقاہت سے ہے اور مضرت آخرت کی بہت بڑی ہے۔ ہر ایک گناہ سے یہی اصل علم نقصان دینے والا ہے نیز امام ابو یوسف نے ہارون رشید کیلئے علی الفور لوٹڈی کو حلال کر دیا جس پر کچھ نقذی بھی دی گئی تھی چنانچہ ابن الخکان وغیرہ کتب معتبرہ میں یہ حکایت مسطور ہے۔ علاوہ انکے صد ہا حیل ہیں ان کی تفصیل اعلام واقامۃ الدلیل وغیرہما سے طلب کر لیں، نیز احادیث کے رد کرنے کے واسطے تقلید شوم جس کے ہم متصدی ہیں تراش لی ہیں۔ اس تقلید نے بھی دین کا ایک عجیب ستیاناس ملیا میٹ کر دیا۔ صد ہا احادیث و دین کبٹر مَعْطَلَةٌ وَتِلْكَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرْشِهَا کر دیا۔

لہذا رشاہہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو کہ وہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۶ ج ۱ باب احکام الدین من التحریف میں تحریر فرماتے ہیں اول تحریفات دین سے تقلید غیر معصوم کی ہے یعنی سوائے نبی ﷺ کے کہ جن کی عصمت ثابت ہے۔ تحقیق اس کی یوں ہے کہ کوئی عالم، علماء امت سے کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے پس اس کے مقلد گمان کریں کہ یہی صواب پر ہے قطعاً غالباً پس رد کر دیں اس کی وجہ سے حدیث صحیح، اس تقلید پر علماء امت مرحومہ کا اتفاق نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اتفاق مجتہدین کی تقلید کے جواز پر کیا ہے مع جاننے اس امر کے کہ مجتہد خطی و مصیب ہے اور مع دیکھنے نص نبی ﷺ کے اس مسئلہ میں اور قصد یہ کرتے ہیں کہ جب کبھی حدیث صحیح مل جاوے عکس اپنے مقلد کے تو تقلید کو ترک کر کے حدیث کی اتباع کر لیں۔

حضرت ﷺ نے فرمایا اتخذوا احبارہم ورهبانہم ارباباً من دون اللہ کی تفسیر میں کہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ جس کو حلال کہہ دیتے تھے حلال سمجھ لیتے اور جس کو حرام کہہ دیتے تو حرام سمجھ لیتے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فوز الکبیر میں فرماتے ہیں بالجملہ اگر تجھ کو نمونہ یہودیوں کا دیکھنا منظور ہو تو دیکھ لے ان علماء بد کو ان میں سے کہ جو دنیا کے طالب بنے ہوئے ہیں اور عادت بنالی اپنے سلف کے تقلید کی اور اعراض کیا نصوص کتاب و سنت سے اور تعمقات و تشددات

واستحسانات عالم کے چنگل مارا اور اعراض کیا شارع معصوم سے اور احادیث موضوعہ و تاویلات باطلہ کو پکڑیں گویا یہ وحی ہیں لہٰذا وہ کہ اس جگہ شاہ صاحب نے صریح علماء مقلدین کو یہودیوں سے جاملایا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ اس میں متضرر نہیں ان کو کچھ عداوت نہ تھی، حقیقت الامر سے اطلاع بخشی۔

گوش ہوش سے سنئے جمع الجوامع سیوطی میں بروایت ابن اسکن وابن القطان ابو ہریرہؓ سے نقل فرمایا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی امتی رجال یدعون الناس الی اقوال احبارہم ورہبانہم ویعملون بہا ویحسدون المسلمین علی التامین خلف الامام کما حسدتکم الیہود علی ذلک الا انہم یہود ہذہ الامۃ الا انہم یہود ہذہ الامۃ یعنی حضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری امت میں ایسے بھی آدمی ہونگے کہ لوگوں کو اپنے مولیوں و درویشوں کے اقوال کی طرف بلاویں گے اور خود اس پر عمل کریں گے اور مسلمانوں سے امام کے پیچھے آمین کہنے پر چڑھیں گے جس طرح کے تم سے یہود نے حسد کیا ہے۔ اس پر تم خبردار ہو جاؤ کہ یہ لوگ وہی ہیں میری امت کے یہودی، تین بار فرمایا۔ جمع الجوامع کا ایک قلمی نسخہ رئیس حیدر آباد کے پاس موجود ہے شوق ہو تو جا کر ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کا مصداق واقعی مقلدین و صوفیہ احناف پر صادق آ رہا ہے۔ انصافاً دیکھئے کہ مقلدین احناف آمین پر بھی چڑھتے ہیں اور خود اپنے اماموں کے اقوال پر بھی عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی طرف شد و مد سے بلا بھی رہے ہیں۔ طریقت والوں کے اقوال کی طرف بھی لوگوں کو کھینچ رہے ہیں۔ کسی کو قادر یہ میں تو کسی کو چشتیہ میں، کسی کو سہروردیہ میں تو کسی کو رفاعیہ وغیرہ وغیرہ میں بھی گھسیٹ رہے ہیں۔ اس حدیث کے بعض طرق میں اقامت القف بھی وارد ہے چنانچہ ابن عدی نے ابو ہریرہؓ سے اور طبرانی اوسط نے معاذ سے روایت کیا ہے۔ یہ بھی مرض مقلدین میں موجود ہے۔

اس جگہ مجھ کو مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۳۵ھ کی جو بالمقابل محرر سطور کی مولانا محمد بن ابراہیم سملکی عرف بزرگ نے کہی تھی جس کا جواب نصف شعبان تک تو آیا نہیں زیر قلم کرتا ہوں اور انکے قول کو قولہ سے اور محرر سطور کے قول کو قول سے تعبیر کی ہے ملاحظہ ہو۔

قولہ کندھوں سے کندھے ملانا اور قدموں سے قدم ملانا جو فقہ کی کتابوں میں اور احادیث میں وارد ہوا ہے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس کے معنی قریب کھڑے رہنا اور کندھوں کو کندھے کے مقابل رکھنا اور آگے پیچھے قدموں کو نہ کرنا بلکہ برابر رکھنا مراد ہے۔

اقول آپ کو یہ تو یقین ہو گیا ہو کہ اس مسئلہ میں عبارات کتب احادیث و کتب فقہیہ **حذ والنعل بالنعل** مطابق ہے جیسا کہ تراصوا و سدوا الخلل و سوا بین مناکبکم و سدوا الفرجة والذاق القدم بالقدم وغیرہ وغیرہ۔ اور جو حدیثیں الکمال بن الہمام نے فتح القدر ص ۵۰۰ ج ۱ میں مقبول احادیث کے بارہ میں تحریر کی ہیں ہر کس اہل علم سے جان سکتے ہیں کہ وہ جانبین کے مسلمات ہیں۔ رہا آپ کا دعویٰ کرنا کہ اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں سو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ لیجئے آپ ان الفاظ کے معنی کتب مسلمات جانبین سے ملاحظہ فرمائیے، آپ کو آپ کے دعوے کی اصلیت معلوم ہو جاوے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں **یتراصون فی الصف ای يتصامون ويتلاصقون** حتی يتصل المناكب ولا يكون فرجة من احکم البناء الصاق بضہ ببعض قال تعالى ان الله يحب الذين يقاتلون فی سبيله کانهم بنیان مرصوص اس آیت کی تفسیر بھی سن لیجئے کہ جسکو ملا علی ہروی نے استشاداً ذکر کیا ہے۔ علامہ بختانی غریب القرآن میں فرماتے ہیں **یتراصون ای لا صق بعضہ ببعض**۔ تفسیر خازن میں ہے **مرصوص ای تراحم بعضہ ببعض والزق بعضہ من بعض واحکم فیہ فلیس فیہ فرجة ولا خلل بہ تراصوا فی الصف**۔ معالم التنزیل میں ہے **مرصوص قدرص بعضہ ببعض لہ الزق بعضہ واحکم فلیس فیہ فرجة ولا خلل**۔ بیضاوی میں **ایصال بعض البناء ببعض واستحکامہ**۔ مدارک التنزیل میں ہے **ای لا صق بعضہ ببعض**۔ جامع البیان میں ہے **قدرص بعضہ ببعض فلیس فیہ فرجة**۔ جلالین میں ہے **لزق بضہ من بعض**۔ صحیح بخاری میں ہے **قال ابن عباس الا صق بعضہ من**

بعض قلت وقيل هذا التعليق كما صرح وبذلك الحافظ ابن ابی حاتم وقال الحافظ هو من التراص ای التعظام مثل تراص الانسان۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فتح الرحمن میں فرماتے ہیں، الف زده گویا ایشاں عمارت ہستند محکم با یکدیگر چسپیدہ۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لغات میں فرماتے ہیں تراصوا ای تلاصقوا وانضموا من البناء احکمه وشدده ورصه الزق بعضه ببعض۔ مجمع بحار الانوار میں ہے علامہ محمد طاہر فتنی فرماتے ہیں تراصوا فی الصفوا ای تلاصقوا حتی لا یكون بینکم فرج من رص البناء اذا لصق بعضه ببعض۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں ویوستہ یا یکدیگر ہستند اور فرماتے ہیں اقیما صفوکم و تراصوا راست گردانید صفہائے خود را متصل بایستید تا در میان فرجہ نماید چنانچہ سنگہائے وختہائے بنا بہ یکدیگر متصل می شید در تمام نماز ہمبریں حال بایستید وازاں غافل نشوید۔ صراح میں ہے، تراصص با یکدیگر چسپیدن مردم در صف۔ مختار الصحاح میں علامہ رازی فرماتے ہیں رص الشئ الصیق بعضه على بعض تراص القوم فی الصف ای تلاصقوا۔ قاموس میں علامہ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں رص الزق بعضه ببعض وضم کر صصہ۔ علامہ فیومی مصباح المنیر میں فرماتے ہیں رصت البنیان رصاصها من باب قتل ضمت بعضه الی بعض و تراص القوم فی الصف وفي الحديث تراصوا بین صفوفکم لا یتخلکم الشیطان۔ علامہ مناوے تیسیر میں فرماتے ہیں تراصوا نضاموا وتلاصقوا حتی یتصل ما بکم۔ علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں سدوا الخلل کے معنی تحریر فرماتے ہیں ای الفرجة بین الشخصین فی الصف۔ امام منذری ترغیب والترہیب میں تحریر فرماتے ہیں الخلل بفتح الخاء المعجمة واللام وهو ما يكون بین الاثنين من الاتساع عند عدم التراص۔ اور معنی فرجات الشیطان کے علامہ منذری تحریر فرماتے ہیں الفرجات جمع فرجة وهی المكان الخال بین الاثنين۔ علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں جمع فرجة وهی خلل

يكون بين المصلين في الصفوف - صراح میں ہے فرجہ بالضم شگاف يقال بينهما فرجة - بحر الجواهر الطيبة میں ہے بالضم کشادگی میان انگشت - غیاث وغیرہ میں ہے کشادگی میان دو چیزے - نفاس اللغات میں ہے شگاف بمعنی دراڑ کے لکھے ہیں۔

ان تمام عبارات سے صریح ثابت ہو گیا کہ معنی قریب قریب کھڑے رہنے و پیروں کو نہ ملانے کے غلط ہیں، بلکہ ان تمام اہل علم نے اس کو اصلی ہی معنی پر عمل کیا ہے نہ غیر اصلی پر جس طرح سے کہ مولانا احمد بن ابراہیم سیملکی سمجھے ہیں۔

کیوں صاحب کیا جس وقت حقیقی معنی مراد نہ ہوں تو بھلا یہ لوگ اس طرح سے بھی معنی کہیں بیان کر سکتے ہیں اور جس پر آپ فریفتہ ہو کر دھوکہ میں پھنس گئے ہیں ہم اسکی قلعی بھی عنقریب کھول دیتے ہیں۔

قوله نیز آدمی او پر سے موٹا ہوتا ہے جب قدموں کو دوسرے کے قدموں سے ملایگا تو کندھے سے کندھا ملنا دشوار ہوگا اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ایسی ہیئت سے کھڑے رہنے میں نہایت دقت ہے لهذا الزاق المناكب بالمناكب وحاذو المناكب بالمناكب کے معنی محدثین نے یہی لئے ہیں حقیقی معنی چنانچہ بعد نقل ان حدیثوں کے علامہ قسطلانی اس کی شرح میں ص ۶۳ ج ۲ میں تحریر فرماتے ہیں وکان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه و قدم بقدم المراد بذلك المبالغة في تعديل الصف وسد الخلل۔

اقول جناب من آپ نے بڑی دلیری کی، بے بنیاد کلام کو محدثین کے سر تھوپ دیا۔ اگر کسی فقہاء کی طرف اس کو منسوب کرتے تو آپ پر زیادہ تعجب نہ ہوتا۔ یہ آپ کا کتنا بڑا جرم ہے۔ آپ کو محدثین کے ربط ضبط سے کیا نسبت وان کے مذاق سے کیا الفت۔ آپ کی معلومات بھی اگر ہے تو ایک ہی مجتہد کے علم میں محبوس ہے۔ وہ وسیع نظر محققانہ آپ صاحبوں کو کہاں نصیب۔ آپ لوگوں کا تو مرجع و مال تقلید شخص واحد بلا جج ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ قسطلانی کا اصل ماخذ کیا ہے۔ یہ کن سے اپنی شرح میں استدعا کیا کرتے ہیں۔

گوش ہوش سے سنئے۔ یہ شرح کرمانی و فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ بلکہ

یہ ان ہی دو شرحوں کا اختصار ہے چنانچہ اتحاف وغیرہ میں مسطور ہے۔ یہ عبارت جس کو آپ علامہ قسطلانی سے نقل فرماتے ہیں۔ حافظ کی فتح الباری سے ماخذ ہے۔ اگر کچھ شبہ ہو تو اصل میں ملاحظہ کریں بلکہ اس کے ہمراہ یہ بھی مسطور ہے کہ وقد ورد الامر بسد خلل الصف والترغيب فيه احاديث كثيرة الخ۔ سنئے جناب اس جگہ وہ مبالغہ نہیں جس کو لغو قرار دیا جاوے اذا لم يجر على شأنه غير الحق۔ اس جگہ مبالغہ کے معنی ہیں کوشش تام، قاموس میں ہے من بالغ مبالغة وبلاغا اذا اجتهد ولم يقصر۔ مصباح المنیر میں ہے وبالغت في كذا بذلت الجهد في تتبعه۔ صراح میں ہے تمامی رسیدن در کار۔ مختار الصحاح میں ہے بالغ في الامر اذا لم يقصر فيه۔ اسی معنی پر بقیہ کلام حافظ کا دال ہے الزاق القدم بالقدم والمنكب بالمنكب کا تو خود حضرت ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ سنئے اخرج الحافظ ابو عمر وبو يوسف بن عبد البر النمري وابن مردويه من حديث البراء بن عازب انه قال قال صلى الله عليه وسلم اذا اقيمت الصلوة مسح صدورنا وقال رصوا المناكب بالمناكب والاقدام بالاقدام فان الله يحب في القتال كانهم بنيان مرصوص وعند ابن مردويه صلوا المناكب بدل رصوا والحديث مصرح في الزرقاني والدار المنثور وغيرهما يعني براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گج کرو ملاؤ کندھوں کو کندھوں سے اور پیروں کو پیروں سے۔ اب بتلائیے کہ آپ کا فرمانا بھی مجاز ہے یا یہ بھی مبالغہ غلو۔ اگر اس کو آپ یا اور کوئی مجاز یا غیر حقیقی معنی سمجھتے ہوں تو ہوش سے سنئے کہ یہ نعمان بن بشیرؓ انس بن مالکؓ کیا فرما رہے ہیں اور کس چیز کی خبر دے رہے ہیں۔

نعمان بن بشیرؓ فرما رہے ہیں، میں نے اپنے اصحابوں میں سے دیکھا آدمیوں کو کہ ملاتا تھا اپنے منحنے کو اپنے ساتھی کے ساتھ۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، تھا ایک ہمارا چسپاں کرتا کندھے اپنے کو ہمراہ کندھے ساتھی اپنے کے اور پیرا اپنے کو پیرا اس کے سے زاد الاسمعیلی من طریق معمر عن حميد عنه ولو قعلت ذلك باحدهم اليوم لَفَرَّ كانه بَغْلٌ شُمُوسٌ۔ انسؓ فرماتے

ہیں اگر اس وقت یہ کاران لوگوں سے کرتا ہوں تو مثل سرکش خنجر کے دور بھاگ جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ فعل صحابہ کرام اپنی رائے سے نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ ہی کے حکم کی وجہ سے یہ فعل کرتے تھے۔ اس جگہ غور طلب امر تو یہ ہے کہ آپ جیسے مجازی تاویل کرنے والے ہوتے آپ کے کلام کی ضرورت دور دور ہی کھڑے رہتے۔ جس طرح سے آپ اس وقت بیان کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں تاویل کر کے عمل میں لاتے ہیں آپ تو فرما رہے ہیں **رصوا المناكب بالمناكب او صلوا المناكب بالمناكب** جو صریح ملانے کے معنی پر دال ہے اور صحابہ کرام نے کر کے دکھا دیا۔ آپ فرماتے ہیں ملانے کے معنی نہیں ہیں بلکہ برابر برابر کھڑے رہنے کے ہیں، یہ تو مجازاً و مبالغۂ کہہ رہے ہیں۔ افسوس ہے اس سمجھناقص پر منشأ الجہل بعلم الروایۃ و فنون الحدیثیہ دیکھئے۔

عمر فاروقؓ کے فیصلہ کو بھی ذرا گوش ہوش سے سنئے وہ کیا فرما رہے ہیں **اخرج عبد الرزاق من طریق علقمة قال کنا نصله مع عمر فيقول سووا صفوفکم لتلتقے مناكبکم کذا فی کنز الاعمال للعلامة العلی المتقی** علقمہ کہتے ہیں ہم تھے عمرؓ کے ہمراہ نماز پڑھتے پس حکم کرتے کہ تم صفوں کو سیدھی کرو اور چاہئے کہ تمہارے کندھے ایک دوسرے سے مل جاویں۔ اور بھی صریح حدیث لیجئے **اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ والطبرانی فی الاوسط من حدیث ابن مسعود الانصاری مرفوعاً وایضاً الطبرانی فی الاوسط عن علی مرفوعاً وموقوفا استوا تستوی قلوبکم وتماسوا**۔ شریح کہتے ہیں تماسوا یعنی تزاہموا اور دوسروں نے کہا تماسوا تو اصلوا حاصل معنی بھیڑ کر دوتم۔ علامہ فیومی فرماتے ہیں اکثر مایکون ذلک فی المضیق۔ اور ایک دوسرے سے پیوست ہو جاؤ تم تو اصل بمعنی با یکدیگر پیوستن کافی تاج المصادر اور مزاحم بمعنی انبوی کردن کافی التاج۔ مصباح المنیر میں ہے تماسا مس کلواحد الآخر ومس الماء الجسد مساً اصابه وایضاً قال کل ماس لاس و نقل عن الفارابی اللبس المس وعن ابن الاعرابی اللبس یكون مس الشئ بالشئ والمس مسک الشئ یدک وقال الجوهری المس بالید وفي القاموس لمس یدہ

لمسه بیدہ وفی شرح حاشیہ سواء الہدی للعلامة الخیر آبادی انما المماسۃ
توجد فی شیئین لا فی شئی واحد۔

اب فرمائیے کہ جناب من یہ وہ چیز ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا اور صحابہ کرام نے اس کو حق جان کر بعینہ کر کے دکھلا دیا۔ صحابہ کرام میں یہی معمول رہا حتیٰ کہ تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ آیا۔ صحابہ کرام جب ان سے یہ فعل کرتے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کرتے تھے بوجہ لاعلمی کے دور دور بھاگ کر کھڑے ہوتے وحشی خچروں کی طرح۔ جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا پڑا کہ ہم اس کو آپ ﷺ کے زمانہ میں کرتے تھے مگر اس وقت جو اسے کرتے ہیں تو ایسے دور بھاگ جاتے ہیں جس طرح سے سرکش خچر بھاگتا ہے۔

مولانا صاحب مجھ کو بھی بتلائیے کہ آیا پیروں کے ملانے سے ہم الہحدیث بھاگتے ہیں یا تم حنفیہ سرکش خچروں کی طرح بھاگتے ہو۔ چہ دلا اور است دزدے کے بکف چراغ دارد۔

تعجب ہے کہ آپ صاحبان امر عظیم کے مرتکب ہوتے ہوئے شرماتے نہیں اور دوسروں کو جو اس امر کی تعمیل کرتے ہیں طعن سے یاد فرما دیں۔ لائق تو یہ تھا کہ اپنی کروت پر نادم ہوتے مگر مثل ہے کہ اُلٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔ بھلا یہ تو کہنے کہ جس کو آپ محال سمجھ رہے ہیں صحابہ کرام نے کس طرح کیا تھا۔ جس طرح صحابہ کرام نے ملائے تھے اسی طرح ملائیے اور خچروں کی طرح دور نہ بھاگئے۔ محدثین پر آپکا صریح بہتان ہے۔ محدثین کبھی صریح نصوص کا خلاف اصلاً نہیں کر سکتے۔ جناب من نصوص شرعیہ ہر حال میں مقدم ہیں۔

مجھ کو بڑا تعجب آتا ہے کہ اس قدر تاویلات میں آپ کا رنخس اٹھانا بیکار چلا گیا۔ اولاً تو آپ کا محدثین پر اتہام، ثانیاً نصوص احادیث نبویہ ﷺ سے بے خبر ہونا۔ ثالثاً عدم ورود نصوص امام المذہب در بارہ عدم چسپا کرنے قدم بقدم و منکب بمنکب قدم دراز کرنا اور بلا وجہ و بلا دلیل نصوص امام معتقد آپس میں تاویل کرنا۔ رابعاً نصوص واردہ کتب احادیث وفہمیہ کو اپنے زعم فاسد سے رد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

قولہ نیز محاورہ عرب میں جب لوگ بہت لڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان پر بھی یہ لفظ الزاق کا صادق آتا

ہے اور اس وقت بھی صادق آتا ہے کہ ایک بالشت فاصلہ پر ایک دوسرا بیٹھا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ بالکل مل کر بیٹھے ہوں اُس پر بھی یہ لفظ صادق آوے جو ایک بالشت دو بالشت فاصلہ پر بیٹھا ہو اس پر صادق نہ آوے بلکہ جو جانب و پہلو میں بیٹھا ہو اس پر بھی صادق آئیگا۔ صراح ص ۳۹۱ میں ہے و یقال فلان لزقی بالكسر و بلزقی ولزیقی بالسين والصاد فی جمعیهما ای بجنبے۔

اقول واہ رے مولانا صاحب آپ کی لغت دانی پر دعویٰ الزاق کا ہو رہا ہے۔ تمثیل میں وہی لزقی ولزیقی لسیقی و سیتی وغیرہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے والزاق والصاد سے کیا نسبت ہے ایک ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے۔ آپ کو وہ مثال بیان کرنی تھی جو لزق و لصق والصاد مع الصلہ کلام عرب میں وارد تھی۔

گوش ہوش سے سنئے۔ مجمع بحار الانوار میں ہے یقال دارہ لزق دار فلان ای لازقہ ولاصقہ۔ ایسی صریح مثال کو آپ نے فراموش کر دیا۔ افسوس یہ مثال کیونکر نظر میں آوے۔ اعتماد کلی تو صراح پر تھی مگر اس نے تو افصحاح کے رتبہ کو پہنچا دیا۔ جناب من لزق لازمی ہے اس کو باوہمزہ افعال سے تعدیہ کرتے ہیں لصق لصوق لازمی کے معنی فارسی چسپیدن ہندی چپکنا چٹنا۔ قال الحافظ فی فتحہ فی کتاب النکاح عند قول ابی ہریرۃ حتی یلزوج بالارض بالفتح لازم وبالضم متعد یقال لزق بہ لزوق والزقہ بغیرہ۔ علامہ فیومی مصباح المنیر میں فرماتے ہیں لصق الشئ بغیرہ لصقاً ولصوقاً مثل لزق ویتعدی بالهمزة فیقال لصقۃ اور فرماتے ہیں لذق الشئ یلزوج لزوق ویتعدی بالهمزة فیقال الزقۃ۔ مختار الصحاح میں علامہ رازی فرماتے ہیں السق بہ غیرہ والصق بہ غیرہ۔ علامہ بیہقی تاج المصادر میں فرماتے ہیں الالزاق والالسااق والالصاق چیزے بادوسیدن۔ صراح میں ہے پکیزے چسپیدن و چسپانیدن۔ شرح مائتہ میں ہے الالصاق اتصال الشئ بالشئ نفاس۔ اللغہ میں ہے الزاق چسپانیدن و چسپانیدن چپکانا ان الفاظوں کو محاورات شرع سے بھی تحقیق کر لیجئے۔ صحیح بخاری کی کتاب العیدین باب ما یکرم من حمل السلاح فی العید والحرم کو ملاحظہ فرمائیے۔ سعید بن جبیر کہتے

ہیں کنت مع ابن عمر حين اصابه الرمح فى اخمص قدمه فلزقت بالركاب فنزلت
فنزعتها وذلك بمنى -

دیکھا صاحب لُزق باولا کیسا پیر سے چٹ گیا کہ ابن جبیر کو رکاب سے اتر کر جدا کرنا پڑا۔ سنن بیہقی
میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ کان یلُزق صدره وجہہ بالملتزم۔ سنن دارقطنی
میں ہے رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلُزق وجہہ وصدره بالملتزم -
ابن ماجہ کے باب الملتزم میں ہے ان ہی سے کہ یہ کھڑے ہوئے بین الحجر والباب فالصق
صدره ویدیه وخده الیه ثم قال هکذا رایت رسول اللہ ﷺ یفعل۔

دیکھا صاحب الزاق مع الباب کو کس طرح سے کر کے دکھایا وخرج الترمذی فی الشمائل
فی باب مزاج النبى صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث انس فی قصة زاهر کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبُّه وکان رجلاً دمیماً فاراه النبى صلی
اللہ علیہ وسلم یوما وهو یبیع متاعه واخْتَضَنَةً من خلفه ولا یبصره فقال من
هذا اَرسَلْنِی فالتفت فعرف النبى صلی اللہ علیہ وسلم فجعل لا یالوما التصق
ظہره بصدر النبى صلی اللہ علیہ وسلم حين عرفه الخ وفى قصة امرأة من
سبایا وفيها فالصقته بطنها فانصعة وفى قصة غزوة نبى من الانبياء وفيها
ذكر حبس الشمس وفيها ذكر غلول رجل وقول نبیهم فلیبایا یعنی من کل قبيلة
رجل فلزقت یدرجل بیده وفى المشکوۃ فی باب الجلوس والمشی كانت امرأۃ
تلصق بالجدار حتى ثوبها يتعلق بالجدار۔ کتب فقہیہ میں ہے عورتوں کی نماز کے بارے
میں تلزق فخذیها بطنها ولفظ احمد فی حدیث الزاهر وجعل هو یلصق ظہره
بصدر النبى صلی اللہ علیہ وسلم وعند البغوی فی شرح السنة فجعل لا یالوما
الزق وظہره بصدر النبى صلی اللہ علیہ وسلم حين عرفه الخ -

جناب من اب بھی حدیث انسؓ و نعمانؓ کے معنی خیال شریف میں آئے یا نہیں اور لزقی ولزق

لغیرہ والزق بغیرہ ولسق والسق میں امتیاز حاصل ہوا یا نہیں۔ جو شخص ایسے صریح محاورات عرب کو نہ سمجھے وہ بڑا ہی بعید الفہم بالغی مادہ میں مبتلا ہے اسے فصد و تنقیہ کی ضرورت ہے۔

قولہ یترجب حاذوا المناكب والزاق المناكب والقدم بالقدم کے معنی حقیقی لیتے ہو تو ایک روایت ابوداؤد میں وحاذوا بالاعناق وارد ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی حقیقی لو اور دیکھو گردنیں گردنوں کے ساتھ ملتی بھی ہے یا نہیں جو تم حاذوا بالاعناق کے معنی لو گے وہی معنی الزاق کے لیں گے جو جواب تم حاذوا بالاعناق کا دو گے وہی جواب الزاق کا ہماری طرف سے ہوگا۔

اقول ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ الزاق قدم و منكب میں صریح حدیث رسول اللہ ﷺ موجود ہے لہذا جس حدیث میں حاذوا بالمناكب وارد ہے اس کے معنی برابر کرنے کے ہیں اور صحابہ کا الزاق کرنا اُس حدیث مصرح کی وجہ سے تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ الزاق ہر چیز میں محاذات کا نافی یا محاذات الزاق کا نافی اصلاً نہیں ہو سکتا۔ مگر بڑا تعجب مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس خیال سے یہ فرما رہے ہیں کہ اس کا معنی بھی حقیقی لو شاید بوجہ عدم مزاوت کتب لغت کے صادر ہوا ہوگا۔

جناب من آپ کو پہلے ہی محاذات کے معنی الزاق کے کتب لغہ سے ثابت کرنا تھا پھر الزام ہم کو دیتے۔ ہم کب یہ کہتے ہیں کہ حاذوا کے اصل معنی الزقوا کے ہیں کہ جس پر آپ اس قدر ناز سے املافرما رہے ہیں بلکہ الزاق مناكب کے لئے مخصوص موجود ہیں عدم الزاق قدم وغیرہ میں کہیں بھی نصوص وارد نہیں بلکہ بالخصوص امام اعظمؒ سے بھی وارد نہیں کہ جس پر آپ ناز کریں۔ آپ کے مستعبد و محال سمجھنے سے شرعاً اس کا حکم مرفوع نہیں ہو سکتا وهذا القدر كاف عن تدبر و تفکر و تذکر۔

واللہ اعلم وهو ولی التوفیق والہادی الی سواء الطریق۔

واقعی ان مقلدین دین نے تاویلات شنیعہ و باطلہ سے صدھا احادیث ترک کر دی ہیں۔ دیکھا کہ نصوص شرعیہ کو کس طرح ٹالنا چاہتے ہیں کہتے ہیں کیا کہ آدمی اوپر سے چوڑا ہوتا ہے اس لئے مل نہیں سکتے۔ کیا تم حلوے ماٹھے کھا کر موٹے ہو گئے ہو یا وہ بھی اوپر سے تمہاری ہی طرح تھے اگر تھے تو یہ اعتذار شنیعہ کیسا انہوں نے بھی تو آخر ملائے ہی تھے پر تم کو ملاتے ہوئے کیا ہوا۔ نیز احادیث کے رد

کرنے کے واسطے ایک نسخ کو آڑ میں رکھ لیا ہے۔ جہاں دیکھا کچھ نہیں بن سکتا کہہ دیا منسوخ ہے۔ ایسے منسوخ کہنے کو صد ہا جگہ یعنی وابن الہمام نے شرح ہدایہ میں ہایہ والے کا رد کر دیا ہے اور صد ہا جگہ خود انہوں نے بھی بلا دلیل دعویٰ نسخ کیا ہے اکثر مواضع میں علامہ مکھنوی و علامہ سندھی وغیرہ نے اطلاع دی ہے۔

نسخ اجتہادی کے احتلاف نے بے بہا دعویٰ کر ڈالے ہیں۔ احادیث منسوخہ ابن الجوزی کے نزدیک اکیس (۲۱) ابن تیمیہ کے نزدیک دس (۱۰) ابن القیم نے کہا دس حدیثوں کا منسوخ ملنا دشوار ہے، بعضے اڑتالیس (۲۸) تک شمار کرتے ہیں۔ خارجی نے نسخ منسوخ میں ستانوے (۹۷) تک تحریر کیں ہیں مگر مختلف۔ ہم نے مانا کہ سو حدیثیں منسوخ گردان لو مگر مقلدین نے تو ہزار ہا احادیث کو اجتہاداً منسوخ کر دیا ہے۔ جو اپنی رائے و امام مذہب کے خلاف صادر ہو جو بات تاویل وغیرہ سے عاجز ہوتے ہیں اس کا دعویٰ قائم کر دیتے ہیں گویا احادیث کے رد کرنے کا ایک حجاب قائم کیا ہے۔ اسکے ضمن پنہاں ہو کر صد ہا کو رد کر دیا اور دعویٰ دلیل ندارد۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اشارۃ المستمرہ میں تحریر کیا ہے کہ نسخ بعد زمان پیغمبر ﷺ جائز نہیں۔ نیز احادیث نبویہ ﷺ کے رد کرنے کے لئے تخصیص کو بنالیا ہے۔ جس جگہ اپنی بات نہ بنی تخصیص خصوصیت کا دعویٰ کر دیا اور اپنا پچھا چھڑا لیا۔ ہر حال میں اپنے امام کی بات بنانا کسی طرح وہ رد نہ ہو۔ والا اپنی حکومت چلی جاوے گی۔

میرے پیارو! ایسی تقلید کو ہزار ہزار اسلام۔ مثل مشہور ہے کہ ایسا سونا کس کام کا جس سے ٹوٹے کان۔ ایسی تقلید ہی کیوں کرے جس سے رسول ﷺ معصوم کے اقوال و افعال ترک ہوں بلکہ اس تقلید کو ائمہ اسلام نے تو اصلاً روا نہیں رکھا۔ فتاویٰ مطالب المؤمنین ص ۳۰۳ فصل اتباع الفقہاء فی الانتقال عن المذہب میں کفایۃ الاصول لمجہد الائمۃ السرخسی سے تحریر کرتے ہیں اما التقليد المذموم فهو تقليد الانبياء الاء الجہال وتقليد الجہال الجہال وكذا تقليد الانسان غيرہ عند مقابلة الادلة فهذا تقليد مذموم لان التقليد عند وجود الدلائل اللائحة والبراهین الواضحة لا يجوز یعنی تقلید مذموم جیسے اپنے آباء اہمال کی تقلید کرنا یا

جہاں کی جہاں کا تقلید کرنا اسی طرح انسان کا غیر اپنے کی تقلید کرنا دلیلوں کے مقابلہ میں سو یہ تقلید تو مذموم ہے اس لئے کہ تقلید دلائل لائحہ و براہین واضحہ کے ہوتے ہوئے جائز نہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عقد الجید ص ۸۳ میں فرماتے ہیں، جان لو کہ تقلید مجتہد کی دو طرح ہیں۔ واجب اور حرام قسم اول یہ ہے باعتبار دلالت کے اتباع روایت کی ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب و سنت سے جاہل ہو اور اسے طاقت تتبع استنباط بھی نہ ہو تو اس کا وظیفہ یہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھے کہ فلاں فلاں مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ جب بتا دے تو اس کی پیروی کرے خواہ وہ صریح نص سے ہو یا مستنبط ہو اس سے یا منصوص مقیس ہو۔ ان سب کا مرجع آپ ﷺ ہی کی روایت کی طرف ہے اگرچہ دلالت ایسی تقلید کے صحت پر امت کا قرن در قرن بلکہ تمامی امت کا اتفاق ہے اور اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ ہو اس کا عمل مجتہد کے قول پر بشرطیکہ ہو موافق سنت نبویہ ﷺ کے اور ہمیشہ سنت کی تلاش میں بقدر امکان رہے، جس وقت حدیث اس کے قول کے مخالف معلوم ہو جاوے حدیث کو پکڑے۔

اسی طرف ائمہ دین نے اشارہ فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا جب حدیث صحیح ثابت ہو جاوے پس وہی میرا مذہب ہے اور جب میرا کلام حدیث کے مخالف دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر پٹخ مارو۔ مالکؒ نے کہا، نہیں ہے کوئی آدمی مگر اس کا کلام لیا بھی جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے بجز رسول اللہ ﷺ کے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کسی کو لائق نہیں کہ بلا پیچانے میری دلیلوں کو میرے کلام پر فتویٰ دے۔ امام احمدؒ نے کہا نہ تقلید کرو میری نہ ایک کی اور نہ غیر کی اور لو احکام کو جہاں سے انہوں نے کتاب و سنت سے لیا ہے۔

قسم ثانی یہ ہے کہ کسی فقیہ کے حق میں یہ گمان رکھے کہ یہ انتہا درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ خطا کرے۔ سو جس وقت اس کے مقلد کو صحیح صریح حدیث اس کے کہنے کے مخالف ملے تو اس کے کلام کو نہ ترک کرے یا یہ گمان کرے کہ جب میں اس کا مقلد ہو گیا تو میرے حق میں اللہ نے اس کی باتوں کے ماننے پر مکلف کیا ہے۔ اور یہ مقلد ایسا ہے جیسے بے وقوف ممنوع التصرف پھر اگر اس کو حدیث مل

جاوے اور اس کی صحت پر یقین کر لے تو بھی مقبول نہ کرے بوجہ ہونے ذمہ اس کے کہ مشغول ساتھ تقلید کے سو یہ اعتقاد فاسد اور بات کھوٹی ہے۔ اس پر کوئی شاہد عقل نقل سے نہیں اور نہ کوئی قرون سابقہ والے کرتے تھے اور اپنے گمان کا ذب سے غیر معصوم خطا والے کو معصوم حقیقی یا معصوم عمل کرنے میں بنا لیا اور اس کے گمان میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف دی ہے مجھ کو اس کے قول پر عمل کرنے کی اور میرا ذمہ مشغول ہے اس کی تقلید میں۔ اس جیسے ہی کے حق میں نازل ہوا ہے قول اللہ تعالیٰ کا ہم تو ان کے نشانوں کے پیرو ہیں ملل سابقہ کی تحریفات بھی ایسی ہی تھیں۔

ابن العربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کسی آیت یا حدیث صحیح کا ترک کرنا صحابی یا امام کے قول کی وجہ سے جائز نہیں۔ جس نے یہ فعل کیا وہ کھلا گمراہ ہو گیا اور خارج ہو گیا اللہ کے دین سے۔ اب تم ہی انصافاً کہو کہ آیا یہ مرض اب بھی لوگوں میں موجود ہے یا نہیں، البتہ یہ مرض مقلدین میں بکثرت موجود ہے۔ تم ہی حلفیہ کہہ دو ہم تمہارے ہی پر انصاف چھوڑ دیتے ہیں۔

میرے پیارو! جس طرح کی مقلدین تقلید کر رہے ہیں بلا ریب ناجائز ہے۔ اعلام الموقعین ایقاظ ہم اولی الابصار میں ہے کہ ان مقلدین پر بڑا تعجب ہے کہ ان کے اماموں نے ان کو تقلید سے منع کیا سو ان کی نافرمانی کی اور مخالفت کی ان کی، پھر کہتے ہیں کہ ہم ان کے مذہب پر ہیں حالانکہ ان کے خلاف روش اختیار کر رکھی ہے۔ انہوں نے مذہب کی بنیاد دلیل پر قائم کی ہے اور تقلید سے منع کیا ہے اور اسی کی وصیت بھی کر گئے کہ جب دلیل ملے تو ان کے اقوال کو ترک کر کے دلیل کی پیروی کریں سو ان کی مخالفت کی اور کہتے ہیں کہ ہم ان کے پیرو ہیں تلك امانی۔

مولانا اسماعیل شہید فی سبیل اللہ ایضاً الحق الصریح فی احکام الصریح ص ۷۶ میں فرماتے ہیں، مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں کا ارکان دین سے نہیں بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ جس وقت حاجت پیش آوے ان لوگوں میں سے پوچھ لے نہ یہ کہ مرید اور مقلد ہونا ماندا ایمان لانے نبیوں کے ساتھ رکن دین سے گنا جاوے اور لقب حنفی اور قادری مانند لقب مسلمان اور سنی کے ظاہر کیا جاوے اور فرق شافعیوں اور چشتیوں سے مانند فرق کافروں اور رافضیوں کے لازمہ دین سے گنا جاوے اور

نقل کرنا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی یا ایک طریقہ سے طرف دوسرے طریقہ کے مانند مرتد و باغی و مبتدع ہونے کے سبب قتل اور ہتک عزت کا ہووے یا دعویٰ مجتہد اور ولی ہونے کا مثل دعویٰ نبوت یا دعویٰ امامت بطور بغاوت امام برحق پر باعث قتل اور ذلیل کرنے کا قرار دیا جاوے۔ پھر کہا کہ جس وقت ملکہ اجتہاد کا حاصل ہو ضرور دعویٰ اجتہاد کا کرنا چاہئے اور تقلید کو گردن اپنے سے دور کر ڈالنا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ غرض اس کلام سے یہ ہے کہ شغل دریافت ظاہر قرآن وحدیث کا اور سیکھنا سکھانا اس کا خواہ پڑھنے سے ہو خواہ سننے مضمونوں اس کے سے مشہور کرنے میں قسم کھانے اور پہنے سے ہے کہ مدار زندگانی کا اس پر ہی ہونا۔ پھر یہ فرمایا سب مذہبوں اور طریقوں کو مثل دوکان عطاروں کے گنتا چاہئے اور اپنے آپ کو لشکر محمدی میں داخل کرنا چاہئے۔ نیز ص ۷۱ میں فرماتے ہیں حاصل کرنا اپنی نسبت کا ہمراہ کسی شخص معین کے ان میں سے اور ظاہر کرنا اختصاص کا قولاً وفعلاً اور دوسرے منسوب ہوں سے اپنے کو امتیاز کرنے میں اہتمام کرنا بیوقوفی در بیوقوفی ہے۔

مقامات مظہری مکتوب ۱۶ ص ۱۰۲ میں حضرت مرزا مظہر جان جانا فرماتے ہیں، جو شخص فن حدیث میں مہارت رکھتا ہو اور ناخ، منسوخ، قوی، ضعیف کو پہچانتا ہو اگر حدیث پر عمل کرے تو اس سے مذہب سے خروج لازم نہیں آئیگا اسلئے کہ امام کا قول اذا ثبت الحدیث فهو مذہبہ نص ہے اس بارے میں۔ اگر باوجود مطلع ہونے کے حدیث ثابت پر عمل نہ کرے تو اس نے اس قول امام اترکوا قولی بخیر الرسول کا خلاف کیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ کسی علماء امت نے تمامی احادیث کا احاطہ نہیں کر لیا ہے چنانچہ قول امام اترکوا قولی بخیر الرسول نص ہے اس پر کہ تمام حدیث امام صاحب کو نہیں پہونچی ہیں بلکہ بعض فوت بھی ہو گئی ہیں کیونکہ اگر فوت نہ ہو خلفاء راشدین کہ امت کے علم و ملازم صحبت جناب رسالت ﷺ تھے اور ان سے بعض احادیث فوت ہو گئیں اسکو ہر ایک فن حدیث کا واقف جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ افراد امت پر اتباع پیغمبر کی واجب ہے اور اتباع کسی ان ائمہ دین کی واجب نہیں۔ نیز اوخر فصل دوازدهم ص ۴۲ میں فرماتے ہیں، تعجب ہے کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین نے اسکا بیان کر دیا ہے اور احوال رواۃ انکے معلوم ہیں اور چند واسطہ سے نبی معصوم ﷺ

تک پہنچتی ہیں ان پر کوئی طریق خطا کو وسعت نہیں عمل میں نہیں لاتے اور روایت فقہ کی کہ ناقلین ان کے قضاات اور مفتیان ہیں اور احوال ضبط و عدل ان کے سے اطلاع نہیں اور دس سے زیادہ واسطوں سے اس مجتہد تک کہ خطا و صواب اس کی شان سے ہے معمول اپنا کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ عمل بالحدیث ص ۵ میں فرماتے ہیں، غرض یہ ہے کہ کسی قول کو جو کہ مخالف ہو کتاب و سنت کے گرا دینے میں پرواہ نہ کرے۔

بہت سے علماء نے اسی کی تصریح و تاکید کی ہے نگ جگہ میں بیان کی گنجائش نہیں علاوہ اس کے احادیث مستند ہیں اقوال مجتہدین غیر مستند ہیں یعنی تحقیق حال رواۃ و ثقاہت و مشہور ہونا ان کا بشرائط مذکور ہے اور اقوال مجتہدین جو ذکر کرتے ہیں مستند نہیں ذکر کرتے۔ اماموں سے کس نے سنا ہے اور اس سے کون روایت کرتا ہے اور راویوں کا حال کیسا ہے بشرائط قول مذکور نہیں ایسے قول کا کیا اعتبار ہے۔ دوسرے کیا جانیں کہ یہ کس کا کلام ہے ان ہی کا ہے یا نہیں یا ان پر باندھا ہوا ہے جس طرح کے بعض بے سمجھ خیالی و سواسی نقلوں کو امام اعظم کی طرف گمان کرتے ہیں بعضے بزرگوں نے ایسے مقلدوں کا حال بیان کیا ہے۔

تقلید دوسرے مقلد بے معنی کنند نام جو اس مرداں را

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے وصیت نامہ کی وصیت اول کو ملاحظہ فرمادیں۔ فرماتے ہیں پہلی وصیت اس فقیر کی یہ ہے کہ اعتقاد و عمل کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ﷺ کے موافق محکم کرنا اور ہمیشہ ان میں تدبر کرتا رہے اور کسی قدر روزانہ پڑھتا رہے اگر خود نہ پڑھ سکے تو ورق دو ورق کا ترجمہ کسی سے سنا کرے اور عقائد اگلے اہل سنت کے اختیار کرے، جس کی تفصیل و تفتیش کے وہ درپے نہیں ہوئے اس سے غرض نہ رکھے۔ منطقیوں کے خام شبہ ڈالنے میں نہ آئے اور مسائل فروعی میں ایسے علمائے محدثین کی پیروی کرے جو فقہ اور حدیث دونوں کے جامع ہوں اور ہمیشہ مسائل فقہیہ کو کتاب و سنت سے ملاتا رہے جو موافق ہو قبول کرے اور جو خلاف ہو ترک کر دے۔ اُمت کو کسی وقت بھی اجتہادی مسائل کے کتاب و سنت پر بلا پیش کئے بے نیازی حاصل نہیں اور ایسے فقہاء کی باتیں کہ جنہوں نے

ایک عالم کی تقلید کو پکڑا اور احادیث نبویہ ﷺ کو چھوڑ بیٹھے ہیں نہ سنے اور نہ ان کی طرف توجہ کرے، خدا کی نزدیکی ان سے دور رہنے میں ہے۔

علامہ ابن العابدین الشہیر بالشامی ص ۷۰ ج ۱ میں علامہ ہیری کی شرح اشباہ سے وہ شرح ہدایہ ابن شہنہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ صحیح و ثابت ہو جاوے حدیث اور ہو خلاف مذہب کے تو عمل کرے حدیث پر اور ہو جاوے گا وہی اس کا مذہب اور نہ خارج ہوگا ان کا مقلد حنفیت سے کہ صحیح ہوا ہے ان سے کہ جب صحیح ہو جاوے حدیث پس وہی ہے میرا مذہب۔ ابن عبدالبر نے اس کو امام ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ سے بھی نقل کیا ہے۔ حنفیۃ القدس وذخیرۃ الانس ص ۱۲۲ میں تہیمات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے منقول ہے زیر فصل افادہ ۲۹ جو شخص کہ مقلد کسی امام کا ائمہ سے ہو، جب اُس کو رسول خدا ﷺ سے کوئی چیز پہونچے جو کہ اس کے مخالف ہو اس مسئلہ میں اور گمان غالب ہو جاوے کے یہ نقل صحیح ہے پس اس کے واسطے کوئی عذر حدیث نبویہ ﷺ کے ترک کے لئے نہیں کہ دوسرے کے قول کی وجہ سے ترک کرے اور نہ یہ مسلمان کی خصلت ہے۔ اگر اس طرح کرے گا تو اس پر نفاق کا اندیشہ ہے۔

جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ عمل بالحدیث ص ۳ میں فرماتے ہیں پس جو مسئلہ کہ قرآن و حدیث سے صریح مل جاوے اس میں تقلید کسی مجتہد کی نہ کرے اس لئے کہ صریح نصوص میں اجتہاد کو کچھ دخل نہیں۔ علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور علامہ قسیمی تفسیر نیساپوری میں واولی الامر کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں، اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ کتاب و سنت دونوں قیاس پر مقدم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ قیاس جلی ہو یا خفی اور جائز نہیں معارضہ کرنا اس کا نص سے اور نہ تخصیص کرنا اس کا قیاس سے۔

اسی ترتیب کو شارع نے معاذ بن جبلؓ کے قصہ میں اعتبار کیا ہے، کیوں نہ ہو کہ قرآن مقطوع فی الہتن ہے اور قیاس منظون ہے حالانکہ قرآن بیکار احکام نہیں لایا ہے اور قیاس ایک انسان کا نتیجہ ہے جو کہ معرض خطا و نسیان ہے۔ نیز دونوں صاحب اپنی تفسیروں میں فرماتے ہیں بوجہ طاعت شیطان تکفیر فاسق لازم نہیں آسکتا خلاف لما علیہ الخوارج۔ اس لئے کہ فاسق اگرچہ شیطان کے قول کو قبول کر لیتا ہے مگر لعنت بھی اس پر ڈالتا ہے بخلاف اُن مقلدین متبعین اپنے بزرگوں کے۔ اگر انصاف

سے دیکھا جاوے تو فی الواقع یہ امر اسی طرح ہے۔ زانی، شرابی، کبابی، چور، بدمعاش جس کو چاہو دیکھو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی وقت اپنی زبان سے شیطان پر لعنت ڈال ہی دیتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کے دلوں میں اپنے بڑوں کی بزرگی گھس گئی ہے خواہ وہ کسی طرف لے جاویں، کیسا ہی راستہ بتاویں، ظاہر گھڑوں میں ڈالے، حرام کو حلال کر دکھلاویں مگر کبھی زبان سے لعنت وغیرہ ان پر نہ نکلے گی۔

دیکھ لیجئے خود علامہ رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، میں نے ایک جماعت مقلدین سے مشاہدہ کیا کہ ان پر میں نے کئی مسئلوں میں آیات قرآنیہ پڑھیں جو ان کے مذہب کے خلاف واقع تھیں، سوان آیات کو قبول نہ کیا اور التفات ہی نہ کیا اور میری طرف تعجب کرنے والوں کی طرح دیکھتے رہ گئے۔ یعنی کیونکر عمل ان آیات کے ظہور پر ہو سکے حالانکہ روایتیں ہمارے سلف کی مخالف وارد ہوئی ہیں۔ اگر اس کو غور سے دیکھئے تو پاویگا کہ یہ مرض اکثر میں گھس ہوا ہے۔

اصول لامشی میں ہے، احادیث کی تابعداری کرنے والوں پر کچھ عملیت نہیں پس جو یوں کہے کہ عمل حقیقت میں روایت پر ہے نہ حدیث پر تو اس نے حدیث کی اہانت کی اور اہانت کرنا کفر ہے، کذافی ایقاظ ہم اولی الابصار ص ۷۲۔ فتاویٰ حمادیہ کے کتاب الاستحسان میں حامی حنفی سے اور جواہر الفتاویٰ باب ۶ میں ہے کہ کہا اگر کوئی اجتہاد والا ترک کر دے اپنے مذہب کو ایک یا زیادہ مسئلوں میں اپنے اجتہاد سے کہ اُسے ظاہر ہوئی دلیل کتاب و سنت سے تو نہ ہوگا ملامت والا بلکہ وہ ہوگا اجر دیا ہوا اور گنجائش میں اسی طرح تھے افعال ائمہ پہلوں کے۔ علامہ فلائی ایقاظ ہم اولی الابصار ص ۳۶ میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کنزیوں اور درویوں یعنی کنز والی اور در مختار والی ان کا تو یہ دعویٰ ہے کہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہی علم ہے اور یہ دونوں معصوم ہیں خطا اور وہم سے۔ اگر کچھ ان سے باقی رہا تو فتاویٰ اسعدیہ وغیرہ پر اعتماد کر لیا جو کچھ ان کتابوں میں ہے وہ ان کے علماء کے نزدیک عمل میں مقدم ہے کتاب و سنت سے۔ نیز ص ۲۷ میں فرماتے ہیں اگر ان میں کسی سے دریافت کرے کہ چار رکعت والی نماز میں نسیا تین رکعت پر سلام پھیر دیا، وہ کیا کرے۔ فوراً کہہ دیگا ہمارے مذہب میں اس طرح ہے۔ اور جب یہ کہو کہ میں تیرے مذہب سے نہیں دریافت کرتا میں تو فعل نبی ﷺ وخلفاء راشدین

سے دریافت کرتا ہوں۔ پس کھڑا رہ جاوے گا گدھا چیختا ہوا، غصہ میں آکر لال پیلا ہو جاوے گا۔ جس طرح کہ حافظ ابن عبد البر نے کتاب فضل العلم میں عوف بن مالک اشجعیؒ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں کچھ اوپر ستر فرقتے ہوں گے۔ سب سے بڑھ کر فتنہ میں وہ فرقہ ہوگا کہ قیاس کریں گے دین میں اپنی رائے سے، حرام کر دیں گے جن کو خدا نے حلال کیا ہے اور حلال کر دیں گے جس کو خدا نے حرام کر دیا ہے۔

محرر سطور نے بخوبی وضاحت سے رسالہ وسیلۃ النجات میں اتباع کو ثابت کیا ہے اس کے مطالعہ سے سرفراز ہوں۔

سابق راوی مذکور عوف بن مالکؒ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ایک جنازہ کے اوپر۔ پس آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔ پس میں نے اس کو یاد کر لیا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ
وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالشَّلْحِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الشُّوبَ
الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ
وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ
عَذَابِ النَّارِ (مسلم)۔

ترجمہ: اے اللہ بخش دے اُس کو اور رحم کر اُس پر اور سلامت رکھ اس کو اور معاف کر اُس سے اور عزت سے کرم مہمانی اُس کی اور کشادہ کر قبر اُس کی اور نہلا اُس کو پانی اور برف اور اولے سے اور پاک کر اُس کو گناہوں سے جیسا کہ پاک کیا تو نے کپڑے سفید کو میل سے اور بدل دے اُس کو گھر بہتر اُس کے گھر سے اور گھر والے بہتر اُس کے گھر والوں سے اور بیوی بہتر اُس کی بیوی سے اور داخل کر اُس کو جنت میں اور بچا اس کو قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے۔

مؤلف نے سابق راوی کے ساتھ اسے بفرست فقہیہ ذکر کیا ہے۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔
ابن المؤلف۔

الحاصل لڑنے جھگڑنے کے لئے فرقہ اسلام میں اور بہت ہیں جو اپنی عقلی نتائج سے اسلام پر صفائی کے ہاتھ پھیر رہے ہیں ان سے لڑو جھگڑو، بے چارے اہل حدیث جن کا مرجع و آل علوم نقلیہ عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان سے لڑنا جھگڑنا اور مذاہب کی طرف داری کرنا فضول لا حاصل ہے۔ ان کا رد کرنا ان کو مضرت نہیں ہوگا بلکہ اس سے تمہاری ہی عاقبت کا بگاڑنا ہے اور رسول کریم ﷺ پر رد کرنا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ ان کے پاس وہی کتابیں ہیں جن کو کتب احادیث کہتے ہیں اور تمہاری کتابیں آراء الرجال وقیل وقال ہیں۔

علامہ بخاری فرماتے ہیں عرف العالمون فضلك بالعلم وقال الجہال بالتقليد۔
وللہ در الامام احمد بن حنبل فانہ قال دين النبي محمد اخبار ❖ نعم المطية
للفتني اثار لا ترغبين من الحديث باهله ❖ فالرأى ليل والحديث نهار = لربما
جہل الفتى اثر الهدى ❖ والشمس بازغة لها انوار۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں العلم مافیہ الاسناد وما لیس فیہ الاسناد
فهو من وسوسة الشياطين۔ منقول مزید براں محرر سطور کے رسالہ الباعث الحثیث سے
ملاحظہ فرمائیں۔

واقعی اسناد مثل ہتھیار کے ہے چنانچہ علمائے دین نے اس امر کی تصریح کی ہے، مثل سفیان وغیرہ۔
سو ان اہل حدیثوں سے لڑنا ایسا ہے جیسا کہ بے ہتھیار والا ہتھیار والے کے ہمراہ لڑائی و جدال کرے۔
بھلا کہیں بے ہتھیار والا آدمی ہتھیار والے آدمی سے مقابلہ کر سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ مقلدین کے پاس
ہتھیار نہیں ہیں، گھانس پھوس ہی تلوار مقابلہ میں تیار کر رکھی ہے مگر وہ کب تک مقابلہ میں رہ سکتی ہے۔
لہذا ان کے مقابلہ کرنے سے شرمانا چاہئے۔

عجب بے انصاف دنیا ہیکہ اگر کوئی مذہب والوں کا رد کرے تو لامذہب ٹھہرے اور اگر کوئی
احادیث نبویہ ﷺ صحیحہ صریحہ کو رد کرے تو پکا مسلمان گنا جاوے۔ کوئی بھی تو لب نہیں ہلاتا کہ تم کیا
غضب کرتے ہو کہ حدیثوں کو رد کر رہے ہو۔ تمہارا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ تم نے جس کا کلمہ پڑھا جب اسی کی

نمک حلالی نہیں تو آئندہ کیا کرو گے۔ مواہب اللدنیہ نوع ثامن میں فرماتے ہیں آپ ﷺ کا ادب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول کو مشکل نہ سمجھے رائے کی وجہ سے بلکہ رائے کو مشکل سمجھے آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے اور نہ معارضہ کرے نص کا قیاس سے بلکہ تمامی قیاسوں کو منادے اور آپ ﷺ کی نصوص کو قبول کر لے اور تحریف نہ کر دے آپ ﷺ کے کلام کی حقیقت سے ان خیالات کی وجہ سے کہ جنکو لوگ معقول کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو مجہول، حق سے معزول ہے اور نہ توقف کیا جاوے آپ ﷺ کے فرمان کو کسی کے موافقت کرنے پر، اس لئے کہ یہ سب کے سب قلت ادب سے ہے آپ ﷺ کے ساتھ اور عین دلیری ہے۔ آپ ﷺ کا ادب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے حکم و احادیث کی کمال، تسلیم و انقیاد کی کرنا ہے نہ یہ کہ اپنے خیال باطلہ معارضہ کرے، یا مقدم کرے آراء الرجال و لغزشات اذہان کو۔ پس خالص تحکیم و تسلیم و انقیاد و اعتقاد میں بھی توحید اختیار کرے جس طرح کے رسولوں کو عبادت و خضوع وغیرہ کے ساتھ توحید کا اعتقاد رکھتا ہے۔ یہ دونوں توحید ہیں بلا ان کے بندے کی نجات نہیں ایک توحید رسل دوسری توحید متابعت الرسول، اور نہ فیصلہ لے جاوے غیر کی طرف اور نہ راضی ہو غیر کے فیصلہ سے۔ نیز مقصد سابع میں فرماتے ہیں سب سے بڑھ کر علامات محبت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنا ہے۔ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی سنت و طریقہ و چلن، خو خصلت کا استعمال کرنا ہے۔

ثم قال وقد مال الحكيم وهو محمود الوراق كما افاده المحاسب في كتاب القصد والرجوع - تعصى لاله وانت تظهر حبه ❖ هذا لعمري في القياس بديع - لو كان حُبك صادقاً لاطعته ❖ اَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مَطِيعٌ -

صاحبو! دعویٰ محبت کا تو ہر کس کر سکتا ہے مگر اس کے علامات ہونے چاہئے۔ کیا احادیث نبویہ ﷺ کو بھی رد کریں اور آپ کے محبت ہی بنے رہیں۔ مثل ہے کہ دو دو اور چپڑیں کیا کچھ کھیل تماشا ہی دیکھ لیا ہے ذرا اپنے ہوش حواس درست کرو۔ خداوند کریم قیامت کے روز یہ نہیں دریافت کرے گا کہ تم نے فلاں امام کی باتیں کیوں نہیں مانیں اگر پوچھے گا تو یہی پوچھے گا کہ ہمارے نبی ﷺ کی باتیں مانیں تھیں یا نہیں۔ تم بھی جواب دینا کہ ہم نے امام صاحب کی مانی تھی اور نبی کی باتیں رد کر دی تھیں۔

بس خواص و عوام کو اللہ ہی صراطِ مستقیم نصیب کرے۔

اس عاجز نے بہت ہی اختصار کا ارادہ کر لیا تھا کہ چار چھ ہی ورق ہوں مگر تلاعب چراغ نے اس جگہ تک پہنچا دیا۔ آگے بھی روانہ کا قصد کیا تھا مگر حسبک لقد اسمعت لو نادیت حیا ❖ ولكن لا حياة لمن تناد پر روک لیا وانا الراجی رحمة ربه القوی ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی حرره ربع وعشرين خلون من شعبان يوم الجمعة ۱۳۳۵ھ و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد ﷺ و آلہ و صحبہ و سلم اجمعین۔

تَمَّتْ

﴿ رسالہ ہذا تمام شد ﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله محمدًا ومصليًا ومسلما ما بعد دریں زماں یہ رسالہ واقعی اسم با مسمیٰ بہ ارسال البرید لقطع الغاید اہل التقليد والتردید لمن عزی اہل الحدیث الی قول الجدید۔ اس رسالہ نے کما حقہ برید کا حق ادا کیا اور اہل تقلید والتردید کا صلہ قطع کر کے ان سے جنہوں نے اہل الحدیث کو جدید کے نشتر سے نشانہ کیا اس کی مدافعت و یاری کی۔ دربار الہی میں بعجز و انکساری بدست دُعا ہے۔

اے رب ہے میرا دستِ دراز تیرے در تیرے بندہ نے کی مدافعت دین کی اُن سے جو ہیں اہل شر پہنچا نہیں سکتا تیرے محفوظ کو کوئی ضرر چھو نہیں سکتے کوئی دھمکا نہیں سکتا عناصر یارب ہوں پوری آرزوئیں ہمارے اہل طاعہ کی اُنھیں سب تیرے دربار میں خوش ہو کر اہل اثر بس ہو عرفان کے خوش نصیبی کا الہی تذکرہ ہو اُس کا گھر گھر ہے بندہ جماعتِ اجتماعی زندگی کا یکے از غرباء بشر یہ گناہم بتقریر میرے تحت قول خیر البشر اس ناچیز نے مسیحی تالیف کا مع تصحیح اولہ و آخرہ تمام کیا یوم الثلاثہ ۲۹ رذی القعدہ ۱۴۲۵ھ و مطابقہ ۱۱ جنوری ۲۰۰۵ء۔ اصلاح میں گر کوئی خامی ہو تو برائے کرم

قاریان برمن مکن قہر و عتاب گر خطائے رفتہ باشند در کتاب
آن خطائے رفتہ را تصحیح کن از کرم اللہ اعلم بالصواب
اے رب العالمین اسے مظہر الناس کے ساتھ برائے رہبری مؤلف و ابن المؤلف صاحب تصحیح
سلفی و اباء و شیوخ کے ایصال ثواب کچھ اطرتا دار الخلد نہر جاری کر اور عالی درجات و مغفرت کا ذریعہ
بنا۔ آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین ثم آمین۔

انا ابن المؤلف عرفان محمد ابو عبد الحنان عبد الرحمن محمدی سلفی من طوبی للغرباء سامرودی کان اللہ لہ
ولوالدیہ اجمعین۔

IRSALUL BARID

By :

**MAULANA
ABDUL JALEEL SAMRODI**
(Rahmatullah Alaihi)



Published by :

DARUL KITAB WASSUNNAH
998, PAAN MANDI, SADAR BAZAR, DELHI 110 006
PHONE : 011-23624913



Available at :

MADRASA-E-MUHAMMADIA & MASJID
49-A, MEMONWADA ROAD, MUMBAI-400 003
PHONE : 022-23454199 / 23455276

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وازواجه واصحابه اجمعين

شیخ الاسلام علامہ ابو عبد اللہ البکر محمد عبد الجلیل السامودی رحمہ اللہ مصنف کتاب ہذا فرید زمانہ فی علم الحدیث والفقہ و علم الرجال والتاریخ، چودھویں صدی کے بے نظیر محدث، صاحب زہد وتقویٰ، علم حدیث اور فقہ میں حد درجہ کا ملکہ رکھنے والے، ذب عن الشریعہ کے خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر حق کو برملاء بیان کر دینے والے جید اہلحدیث عالم دین تھے۔ اور علامہ رحمہ اللہ کے معاصرین علمائے اہلحدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔

مولانا ابوالقاسم بناری سیف محمدی رحمہ اللہ جو مولانا فیض الرحمن مؤوی کے استاد الحدیث ہیں اپنے مکتوب مؤرخہ ۲ نومبر ۱۹۳۵ء میں رقمطراز ہیں: ”حضرت الفاضل النبیل سیدی و مولائی العلما عبد الجلیل الاحم، ... آپ کا وجود بھی جماعت میں غنیمت ہے، میں نے آپ جیسا وسیع النظر کسی کو فی زمانہ و جماعت نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وسعت علمی کو زیادہ فرمائے۔“ اسی طرح مولانا سیف بناریؒ اپنے خط مؤرخہ ۲۹ رمضان ۱۳۶۳ھ یوم الاثنين میں لکھتے ہیں:

”..... تین رسالے آپ کی خدمت میں حسب وعدہ بھیجے ہیں، تیسرا میرے اُس خطبہ کا جواب ہے جسے دیوبند نے شائع کیا ہے اور نام تحقیق اہلحدیث رکھا ہے، اسکے دندان شکن جواب کی سخت ضرورت ہے۔ اسے اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ دونوں کو بغور ملاحظہ فرما کر دیوبندی رسالے پر ایک حاشیہ تحریر فرمائیں جس میں کافی مواد جمع ہو۔ جس طرح بھی آپ مناسب سمجھیں ہدایت مرحمت فرمائیں۔ مواد سے مری مدد فرمائیں۔“

خطیب العلما مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈاگریؒ اپنے خط مؤرخہ ۲۲ اگست ۱۹۵۷ء میں فرماتے ہیں: ”سیف بناری مرحوم کے بعد صرف ایک دم سے جماعت کا بھراوقار قائم ہے۔ ایسے وسیع النظر عالم امام الوقت (کیونکہ آپ جماعت غرباء اہلحدیث کے امام بھی تھے) اب کہاں“ جناب علامہ مہاشہ سکسینہ عبد الرحیم فروز آبادیؒ (آگرہ) اپنے خط مؤرخہ ۲۹ جولائی ۱۹۶۳ء میں تحریر فرماتے ہیں ”جلسہ اہلحدیث فروز آباد کے موقع پر میں نے آپ کے تعلق سے سوال کیا (علماء جلسے سے) تو کہا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان میں قرآن حدیث اور فقہ کا صرف ایک عالم ہے، اس کے علم اور معلومات کا اندازہ نہیں، فروعات میں ان کا میل نہ اہلحدیثوں میں کوئی ہے نہ حنفیوں میں، وہ تو سامرودی ہیں...) (بحوالہ الامر الرشاد لما ولف القول السد اصفحہ ۵۴)